دعوت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا۔ [رواہ مسلم]

’’ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص ہدایت کی دعوت دے، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا، جس قدر اجر اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا۔ ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، جوشخص گمراہی کی دعوت دے اس کو اسی قدر گناہ ہوگا، جس قدر گناہ اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا۔ اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔‘‘

دین کے بنیادی اصول ⑲

ایک قول کے مطابق: اعمال کو جسم دے کر ان کا وزن کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قدرت رکھتے ہیں کہ اعمال کو جسم عطا فرمائیں اگرچہ وہ عرض کی صورت ہیں، نماز، ذکر اور روزہ وغیرہ کو جسم عطا ہوگا اور ان کا وزن کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ برائیوں کا بھی وزن کیا جائے گا، انہیں ایک پلڑے میں اور نیکیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

ایک قول کے مطابق: جن رجسٹروں اور کاپیوں میں اعمال لکھے جاتے اور نیکیاں اور برائیاں لپیٹی جاتی ہیں ان کا وزن کیا جائے گا اور انہیں میزان کے دونوں پلڑوں میں رکھا جائے گا۔ بہرحال بندہ اس پر ایمان رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ۔ ﴾

''جس کا ترازو بھاری ہو گیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور جن کا ترازو ہلکا ہو گیا یہی لوگ اپنے آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔'' [الاعراف: ۸، ۹]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو جملے رحمٰن کو بہت پسند ہیں، زبان پر ہلکے اور ترازو میں بھاری ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔'' [صحيح بخاری: ٧٥٦٣۔صحيح مسلم ٢٦٩٤]

دوسرے موقع پر فرمایا: ''ترازو میں رکھے جانے والے اعمال میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی۔'' [سنن ترمذی: ۲۰۰۳]

ترازو کے ثبوت میں یہ دلائل واضح ہیں۔ فلسفیوں وغیرہ کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں، وہ کہتے ہیں: ترازو کی ضرورت تو دوکانداروں اور سامان فروخت کرنے والوں کو ہوتی ہے، ہم کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عدل وانصاف کا اظہار ہوگا۔

اصول نمبر ۱۹:...... وَاَنَّ اللّٰـهَ تَعَالٰى يُكَلِّمُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ، وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَالتَّصْدِيْقُ بِهٖ۔

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں سے کلام کریں گے، لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، اس پر ایمان رکھنا اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے۔''

شرح: آخرت پر، موت کے بعد اٹھنے اور قیامت کے روز جمع ہونے پر ایمان رکھنے میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے ہم کلام ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا رب ہم کلام ہوگا ان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا۔''

[صحيح بخاری: ٦٥٣٩ ۔ صحيح مسلم: ١٠١٦ ح: ٦٧]

یعنی کوئی ایک زبان سے دوسری میں ترجمہ کرنے والا نہ ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے کلام کرے گا کہ انسان اسے پوری طرح سمجھے گا۔

شیخ ابن جبرین فرماتے ہیں: جب سے بدعتی پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کے قیامت کے دن اپنے بندوں سے ہم کلام ہونے کا انکار ہوتا چلا آیا ہے، سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے صفتِ کلام کو ثابت کرنے میں بہت محنت کی ہے، جہمیہ جیسے انکار کرنے والوں کی غلطی کو واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفتِ کلام کے ثبوت میں انہوں نے یہ واضح کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعریفی صفت ہے، اس کی عدم موجودگی یعنی گونگا ہونا عیب ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بچھڑے کا عیب ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ ﴾ [الاعراف: ١٤٨] (التعليقات على متن لمعة الاعتقاد، ص: ٨٨، ٨٩]

فہرست

بتایئے......؟

اداریہ — حافظ احمد شاکر

ملک اور عوام جس حال میں بھی ہوں ہمدردان قوم وغم خواران ملک وملت طبی معائنے، علاج اور نجی دوروں کے نام پر دبئی، لندن، امریکہ جرمن وغیرہ جب چاہیں چلے جاتے ہیں بلکہ ملک وملت پر آزمائش کی بعض اہم گھڑیوں میں بھی حسب توفیق لیڈروں کو سفر پر روانہ ہونا مشکل نہیں ہوتا۔ دو اہم مواقع جامعہ حفصہ کے آپریشن کے وقت A.P.C کانفرنس میں شرکت کے لیے سیاسی ومذہبی تمام جماعتوں کے لیڈروں کا انگلینڈ جانا اور N.R.O کو کالعدم قرار دیئے جانے کے موقعہ پر آل شریف کی وطن سے غیبوبت تو ماضی قریب کی بات ہے جو اہل وطن کو حافظہ پر زور دیئے بغیر یقیناً یاد ہوں گی۔ لیڈروں کے علاج، تشخیص اور آپریشنز کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ رموز بیماراں سرمایہ داراں دانند۔ تاہم وطن عزیز اس وقت جن گھمبیر مسائل سے دوچار ہے اس موقع پر میاں صاحب کی آنیاں جانیاں دیکھ کر ان سے خوش گمانیوں کا لحاظ کرتے ہوئے کم از کم یہی کہا جا سکتا ہے کہ میاں صاحب پچ خالی ہونے کا انتظار بہت بے تابی سے کر رہے ہیں۔ وطن میں پھیلی ہوئی بے کاری، غربت، مہنگائی پر صبر کرتے کرتے عوام کے سینوں میں سلگنے والی چنگاریوں کے شعلہ بننے کے امکانات میں ہر روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن کہا جا سکتا ہے کہ شاید میاں صاحب طبی وفکری راہ نمائی لینے کی خاطر کوئے جاناں کے طواف کے لیے پابہ رکاب رہتے ہیں۔

آج کل میاں صاحب اپنے نصف ایمان یعنی اہلیہ محترمہ کے علاج کے لیے برصغیر سے شکست وخوردگی کا کینہ لیے ہوئے انگلینڈ تشریف لے گئے ہوئے ہیں وہاں بھی انہیں غیر مترقبہ نعمت جمہوریت کا غم کھا رہا اور اس کی فکر جینے نہیں دے رہی۔ انگلینڈ میں پریس سے خطاب کرتے ہوئے انہیں فکر اگر ہوئی تو یہی ہوئی کہ وطن میں جمہوریت کا چمن پھلا پھولا رہنا چاہیے کہ پاکستانی جمہوریت کی سرنج سے ہی سارے سیاست دان وحکمران پھل پھول رہے ہیں۔ میاں صاحب کا یہ بیان پڑھ کر ان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والوں کو بہت حیرت بلکہ اذیت ہوئی کہ انہیں نہ فکر ہوئی عوام کی کہ وہ کیسے جی رہے ہیں، نہ فکر ہوئی لوڈ شیڈنگ کی، نہ تیل کے نرخوں میں ہر ماہ اضافہ کی، نہ بجلی کے بلوں میں بڑھوتی کی۔ نہ امن وامان کی، نہ سرکاری وغیر سرکاری اداروں کی لوٹ مار کی، نہ رینٹل پاور، سٹیل ملز اور دیگر اداروں میں کمیشن کھائے جانے کی، نہ گمشدگان کی بازیابی کی، نہ امریکی ڈرون حملوں سے بے گناہ جان ہار دینے والوں کی نہ بلیک واٹر کی کارکردگیوں کی اور نہ بھوک سے بلکتے، پانی کے لیے ترستے اور دوائی کے لیے تڑپتے غرباء ومساکین کی، انہیں فکر ہوئی تو اس نام نہاد جمہوریت کی ہوئی جس کی پچ خالی ہونے کے انتظار میں میاں صاحب بیٹ پکڑے اور پیڈ باندھے تیار کھڑے ہیں کہ کب یہ ٹیم آؤٹ ہو اور ہماری ٹیم پچ میں آکر اپنی باری کھیلے۔

میاں صاحب! قوم محمد نواز شریف کے پہلے دور حکمرانی کو چاہتی اور یاد کرتی ہے، قوم نے آپ کے دور حکومت کی اپیل......گھاس کھا لیں گے یا قرض اتارو ملک سنوارو......کا بھی حساب نہیں مانگا، قوم دینی گھرانے کے نواز شریف کو چاہتی ہے، طویل ترین جوار حرم کی سعادت کے بعد تو آپ کو مقدر پر یقین ہو جانا چاہیے تھا کہ مرنے سے پہلے آپ کا مقدر آپ کو ہر حال میں ملنا یقینی ہے۔ آپ کا مقدر کوئی اور نہیں لے سکتا لیکن ملے گا اس راستے سے جو راستہ اس کے لیے آپ اختیار کریں۔ اگر بارگاہ ربّ العالمین کے حضور آپ جھک جائیں اور اس سے خیر طلب کریں اس پر آپ کو یقیناً مل جانے پر ایمان رکھنا چاہیے اور اگر آپ اپنی جبین نیاز طاغوت کے آگے جھکا دیں گے تو پھر بھی وہی اور اتنا ہی ملے گا جو آپ کا مقدر ہو گا لیکن پہلی صورت میں آپ نصرتِ الٰہی سے بہرہ ور ہو جائیں گے اور دوسری میں اس سے محروم۔ بتایئے آپ کون سی راہ پسند کریں گے؟

لباس اور زبان......

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک......الا ماشاء اللہ......سب حکمرانوں کا وطیرہ رہا ہے کہ یہ غیر ممالک کے دوروں پر اور پاکستان میں آنے والے غیر ملکی

سربراہوں سے گفتگو میں انگریزی زبان کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں۔ جب کہ عربی، ترکی، افریقی، جاپانی، چائنیز، سویڈش، انڈونیشین، ملائشین، فلپائنی، فرنچ حتیٰ کہ نیپالی و بھوٹانی حکمرانوں تک انگلش وغیرہ مکمل جاننے، سمجھنے کے باوجود ملک کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے غیر ممالک میں جا کر اور غیر ملکی مہمانوں سے اپنی اپنی قومی زبانوں میں گفتگو کرتے اور اپنی زبان ہی کو ذریعہ اظہار بناتے ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ دہائیوں قبل وطن عزیز کی قومی زبان اردو قرار دی جا چکی ہے۔ لیکن ہمارے حکمران اپنی اپنی علاقائی زبانیں تو بولتے اور ان کے لیے جذبۂ حمیت بھی رکھتے ہیں لیکن دیگر ممالک میں جا کر، اور غیر ملکی مہمانوں سے گفتگو میں انہوں نے کبھی اردو کو ذریعہ اظہار بنایا ہو؟ کم از کم یہ بات ہمارے علم میں نہیں کیوں کہ ایسی ''اہم باتیں'' میڈیا عموماً ضرور نشر کرتا اور عوام تک پہنچاتا ہے۔ اس سے آگے جائیں تو یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ وطن عزیز میں اردو کے نام پر ادارے ''مجلس ترقی ادب، مرکزی اردو بورڈ، مقتدرہ قومی زبان'' جیسے بہت بنائے گئے لیکن عمل یہ ہے کہ سرکاری دفاتر میں بھی اردو زبان کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ ذہنی مرعوبیت اور احساس کمتری کے ساتھ ساتھ انگلش میڈیم سکولوں کی بہتات، یعنی حکومتی سطح پر انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جانا، ان کو قومی زبان پڑھانے والے وطن کے سکولوں پر ترجیح دینا یہ سب اسباب اردو کی ناقدری میں شامل ہیں۔

پھر جو نسل اعلیٰ عہدوں تک پہنچتی ہے ان کو عموماً امی، ابو کی جگہ ممی، ڈیڈی، خالہ پھوپھی کی جگہ آنٹی اور چچا ماموں کی بجائے انکل آتا ہو ان بے چاروں نے اردو کیا بولنا اور کیا لکھنا ہوگا۔ وطن دوست پالیسی سازوں سے ہماری درخواست ہے کہ محکمانہ ترقیوں کے کورسز میں اردو زبان لکھنے کی اوّلاً قدرت کو شامل نصاب کریں نیز ترقیوں کے لیے دفاتر میں اردو خط و کتابت کی حوصلہ افزائی اس طرح کریں کہ اس کو حسن کارکردگی میں شامل کیا جائے۔ یہی حال لباس کا ہے اگرچہ بانی پاکستان نے شلوار، شیروانی اور مخصوص انداز کی ٹوپی کو پہن کر غیر اعلانیہ قومی لباس قرار دے دیا تھا لیکن شیروانی کا تکلف اور جناح کیپ کا حصول چوں کہ ہر ایک کے بس میں نہ تھا تو مرحوم بھٹو نے اہل پاکستان کے لیے قومی لباس کرتہ اور شلوار کو قرار دیا پھر مرحوم صدر ضیاء الحق نے اس میں واسکٹ کا اضافہ کرکے اس کو پاکستان کی شناخت بنا دیا تھا۔ پچھلے دنوں سارک کانفرنس میں شمولیت کے لیے جب ہمارے وزیر اعظم سارک کانفرنس میں شرکت کے لیے بھوٹان گئے تو ان سے نیپالی وزیر اعظم اپنے قومی لباس میں ملے اور بھوٹانی سربراہ نے ہمارے وزیر اعظم سے اپنے قومی لباس میں ملاقات کی جب کہ ہمارے وزیر اعظم ان سے پینٹ کوٹ کے خالص مغربی لباس میں ملے۔ اگر کم از کم حکمرانوں کو غیر ممالک میں اپنے لباس کا پابند کر دیا جائے تو یہ بھی اک بہت بڑی قومی اور یادگار خدمت ہوگی۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش............

شریعت اسلامیہ میں جرم قبول کر لینے یا ثابت ہو جانے کے بعد سزا کی معافی کا اختیار فوجداری جرم میں ورثاء کو ہوتا ہے اور قومی جرائم میں عدم ثبوت، شہادتیں ناقص ہونے پر یا پھر بشرط نیک چلنی اور سچی توبہ کے بعد منصف کو ہوتا ہے تاہم ہمارے ناقص علم کے مطابق اس کا اختیار سربراہ حکومت کو نہیں جب کہ برٹش لاء میں ہر قسم کی سزا میں معافی سزا میں تعطل اور کمی کا اختیار حکومتی سربراہ کو ہوتا ہے۔ اسلامی اصول کا منطقی نتیجہ، امن، انصاف اور برٹش اصول میں مجرم سے ہمدردی اور جرم کی پردہ پوشی کا پلڑا بھاری رکھا جاتا ہے۔ جس سے خاندان یا وطن میں انارکی بڑھ جانے کا خطرہ دوچند ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق قرآن وسنت سپریم لاء ہے۔ لیکن یہاں پر مروّجہ قانون میں اپیل در اپیل کا تماشا دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ تماشا شیطان کی آنت کی طرح طویل سے طویل تر اور فوجداری جرائم خصوصاً قتل وغیرہ میں آخری اپیل سربراہ مملکت کی ہاں کی جاتی ہے اس میں بھی عموماً معاف کرنے میں ورثاء کے جذبات اور رضا کا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن قومی جرائم میں اگر شہادتیں مکمل ہوں تو پھر آئین پاکستان کے مطابق جس میں قرآن وسنت کو سپریم لاء کہا گیا ہے، معاف کرنے کا مجاز سربراہ مملکت کی بجائے، منصف ہوتا ہے۔

تازہ ترین خبروں کے مطابق ایک مرکزی ملازم اور اقتدار کی گردشوں میں مور کا ناچ کرنے والے قومی مجرم کی عدالت عالیہ سزائیں بحالی کرتی ہے اور سربراہ مملکت اس مجرم...... کہ عدالت میں جرم ثابت ہو چکا ہے...... کو چشم یار کی شہہ پا کر ساری سزائیں معاف کر دیتا ہے؟ یاللعجب اسلام، آئین اور انصاف! پھر تو صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ جب تک ؎ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ، کا دور نہیں آتا یا لایا نہیں جاتا تب تک رزق کی تنگی، امن و امان کے فقدان اور آسمانی آفات کے اجتماعی عذاب سے ہمارا نکلنا ممکن کیسے نہ ہوگا۔

درسِ قرآن

سورۃ البقرۃ

(۱۴۶ ...... ۱۵۰)

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:۱۲۳۰ھ

......تعلیقات بر احسن الفوائد......
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ۔م:۱۴۰۷ھ

......حواشی......
①......احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۰ھ
②......احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ۔م:۱۳۳۸ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَھُمۡ ؕ وَ
اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡھُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ ھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (۱۴۶) اَلۡحَقُّ
مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ (۱۴۷) وَلِکُلٍّ وِّجۡھَۃٌ
ھُوَ مُوَلِّیۡھَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ وقف النبی اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ
بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (۱۴۸) وَ مِنۡ
حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡھَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَ
اِنَّہٗ لَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ (۱۴۹)
وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡھَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ
الۡحَرَامِ ؕ وَ حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ شَطۡرَہٗ ۙ لِئَلَّا
یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡکُمۡ حُجَّۃٌ ٭ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡھُمۡ ٭ فَلَا
تَخۡشَوۡھُمۡ وَ اخۡشَوۡنِیۡ ٭ وَ لِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ وَ لَعَلَّکُمۡ
تَھۡتَدُوۡنَ (۱۵۰) ﴾

''جن کو ہم نے کتاب دی ہے یہ بات ❶ (ایسے) پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، (۱) ان میں ایک فرقہ حق کو جان (بوجھ) کر چھپاتے ہیں۔ ❷ جو تیرا رب کہے حق وہی (ہے) پھر تو شک لانے والا نہ ہو۔ ہر کوئی ایک طرف ہے کہ اسی طرف مونہہ کرتا ہے، سو تم نیکیوں میں سبقت چاہو، جس جگہ (بھی) تم ہو گے اللہ اکٹھا کر لائے گا بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ ❸ (۲) جس جگہ سے تو نکلے مسجد الحرام کی طرف مونہہ کر، تیرے رب کی طرف سے یہی تحقیق ہے، اللہ تمہارے کام سے بے خبر نہیں۔ (۳) جس جگہ سے تو نکلے مسجد الحرام کی طرف مونہہ کر، جس جگہ تم ہوا کرو اسی کی طرف مونہہ کرو (تا) کہ لوگوں کو تم سے جھگڑے کی جگہ نہ رہے، مگر جو ان میں بے انصاف ہیں سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اس واسطے کہ تم پر اپنا فضل پورا کروں اور شاید تم راہ پاؤ۔''

احسن الفوائد

❶: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جب اسلام لے آئے تو کسی صحابی نے اس آیت کی تصدیق کے لیے ان سے پوچھا! کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی پہچانتے ہو جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

اللہ کی قسم میں اپنے بیٹے کو تو فقط اس کی ماں کی تصدیق پر ہی جانتا ہوں کہ وہ میرے ہی نطفے سے ہے کسی غیر کے نطفے سے نہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اور تورات نے کی ہے، اس لیے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی شناخت سے زیادہ یقینی شناخت کے ساتھ پہچانتا ہوں۔[ابن کثیر]

❷: یعنی یہ ضد کرنی کہ ہمارا قبلہ بہتر ہے یا تمہارا، عبث ہے۔ جو نیکیوں میں زیادہ ہے بہتری اسی کے لیے ہے۔ ہر امت کو ایک ایک قبلہ کا حکم ہوا تھا آخر سب کو ایک جگہ ہی جمع ہونا ہے۔[موضح]

(......امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (الرد علی المنطقیین، ص: ۲۹) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے (بدائع الفوائد، ج:۴ ص ۱۶۸ تا ۱۷۳) میں تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا کسی حکم الٰہی پر مبنی نہ تھا، بلکہ باہمی مشورہ سے طے پایا تھا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے:

لم یامر اللہ قط احدا ان یصلی الی بیت المقدس لاموسی ولاعیسی ولاغیرھما۔

[کتاب الایمان، ص: ۱۱۱]

......حنیف رحمہ اللہ)

❸: مکہ کی مسجد کو مسجد الحرام کہتے ہیں۔حرام اس لیے کہتے ہیں کہ اس جگہ پابند رہنا چاہیے۔اس جگہ کئی باتیں منع ہیں: آدمی کو مارنا، جانور کو ستانا، درخت اور گھاس اکھاڑنا اور کسی کا مال چرانا۔[موضح]

احادیث التفاسیر

(ف:۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی دوسری چیز کی پیروی کرنا ظلم ہے۔[جامع]

پہلی آسمانی کتابوں میں اس بات کی تفصیل موجود تھی کہ نبی آخر الزماں کے لیے خانہ کعبہ کو قبلہ ٹھہرایا جائے گا اور یہ حکم قیامت تک موقوف نہ ہوگا۔چناں چہ صحیفہ حجی نبی (باب۲ آیت ۸،۹) میں ہے:

''میری ہی چاندی ہے میرا ہی سونا ہے،اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا، ربّ الافواج فرماتا ہے میں اس گھر کو سلامتی بخشوں گا۔''

یسعیاہ (باب۴۹ کی آیت ۶) میں ہے:

''یہ تو کم ہے کہ تو یعقوب کے فرقوں کے برپا کرنے اور اسرائیل کے بچے ہوؤں کو پھرا لانے کو میرا بندہ ہو، بلکہ میں نے تجھ کو غیر قوموں کے لیے نور بخشا کہ تجھ سے میری نجات زمین کے کناروں تک پہنچے۔''

یسعیاہ (باب۴۲ کی آیت ۱۱) میں ہے:

''بیاباں اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے، پہاڑ کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔''

یعنی لبیک وغیرہ کی آواز۔قیدار حضرت اسماعیل کا بیٹا تھا، دیکھو تورات (کتاب تواریخ، باب:۱، آیت:۱۹) یسعیاہ (باب:۶۰ صیہون کا بیان، نیز باب:۴۹، آیت:۲۳) میں ہے:

''شاہان تیرے پالنے والے باپ ہوں گے، اوران کی بیگمات تیری پالنے والی مائیں ہوں گی۔''

یہود اور نصاریٰ اگر اسلام کے انکار میں اپنے آپ کو فی الواقع سچا سمجھتے ہیں تو کسی عام جلسہ میں بیان کریں کہ یہ تذکرہ کس گھر کا اور کس قوم کا ہے؟

(ف:۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت: كان على رسول الله صلى الله عليه وعلم ثوبين قطرين غليظين، فكان اذا قعد عرق ثقلا عليه۔ قدم بزمن الشام لفلان اليهودی، فقلت لو بعثت اليه فاشتريت منه ثوبين الى الميسرة۔ فارسل اليه فقال قد علمت مايريد! انما يريد ان يذهب بمالی او بذراهمی۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كذب قد علم انی من اتقاهم واداهم للامانة۔

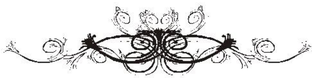
[ترمذی، ج:۱، ص:۱۵۶ وقال: صحیح حسن غریب]

''یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دوموٹی چادریں قطری تھیں،ان کی گرمی اور بھاری ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت پسینہ آتا تھا،ان دنوں میں ایک یہودی سوداگر کے پاس شام کے ملک سے کپڑا آیا۔میں نے کہا آپ اس سے کچھ کپڑا ادھار لے کر کپڑے بنا لیجئے جب رقم ہوگی دے دی جائے گی۔آپ ﷺ نے اس سے کپڑا منگوایا لیکن اس نے کہا میں جانتا ہوں وہ میرا مال مارنا چاہتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اس نے یہ بات جھوٹی کہی ہے ورنہ وہ اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ میں ان سے زیادہ پرہیزگار اور امانت ادا کرنے والا ہوں۔''

یعنی میری حقیقی صورت حال اور صفات سے یہ لوگ خوب آگاہ ہیں مگر حسد کی وجہ سے بظاہر میری مذمت کرتے ہیں۔

(ف:۳) یعنی یہ ضد کرنی فضول ہے کہ ہمارا قبلہ بہتر ہے یا تمہارا قبلہ بہتر، بہتری تو تابعداری میں ہے لہذا بہتری حاصل کرنی ہے تو جو حکم ملے اس پر جلدی اور بے تکرار عمل کیا کرو۔[موضح]



درسِ حدیث

توفیق الباری

" الادب المفرد " للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔ لاہور)

٦١٣۔ عن عبدِ اللّٰہِ بْنِ أبِی عُتْبَۃَ مولٰی أنسِ بنِ مالك، عن أبی سعید الخدری ...... مثله ۔ قالَ أبو عبدِ اللّٰہِ: وقال غُنْدرُ وَابنُ أبی عدیّ: مولٰی أنس۔

''حضرت انس بن مالک کے غلام عبداللہ بن ابی عتبہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔''

٦١٤۔ أنّ سعید بنَ العاص أخبره، أنّ عثمانَ وعائشةَ حدَّثَاهُ: أنّ أبَا بَکْرٍ استأذَنَ علی رسولِ اللّٰہ ﷺ ...... وھو مضطجعٌ علی فراشِ عائشة لَابِسًا مِرْطَ عائشةَ ...... فأذِنَ لأبی بَکْرٍ وھو کذٰلِكَ، فقضٰی إلیہ حاجتَہٗ، ثم انصرف ثم استأذنَ عمرُ رضی اللّٰہ عنہ، فأذِنَ له وھو کذٰلك، فقضی إلیه حاجته، ثم انصرف، قال عثمانُ: ثمّ استأذنتُ علیه فجلسَ وقال لعائشةَ: ((اجمَعِیُ إلیكِ ثِیَابَكِ)) قال: فقضیتُ إلیهِ حاجتِی، ثم انصرفتُ، قال: فقالتْ عائشةُ: یا رسولَ اللّٰہِ لمْ أَرَكَ فَزِعْتُ لأبی بکرٍ وعمرَ رضی اللّٰہ عنھما کما فَزِعْتَ لعثمَانَ؟ قالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ: ((إنَّ عثمَانَ رجلٌ حَیِیٌ، وإنّی خَشِیتُ إنْ أذِنْتُ لَہٗ ...... وأنا علی تلكَ الحالِ ...... أنْ لا یَبْلُغَ إلَیَّ فِیُ حَاجَتِهٖ))

''حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ دونوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی آپ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر لیٹے لحاف یا ازار یا کوئی اور چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی آپ اسی حالت میں لیٹے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا کام کر کے چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔ آپ اسی حالت میں لیٹے رہے وہ بھی اپنی حاجت پوری کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں آیا میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے صحیح کر لو میں نے اپنا کام کیا اور چلا آیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول آپ نے ابوبکر اور عمر کے لیے وہ اہتمام نہیں کیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ بڑا حیادار آدمی ہے مجھے ڈر ہوا اگر میں نے اسی حالت میں اس کو اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ ضرورت کی بات مجھ سے نہ کر سکے گا۔''

٦١٥۔ عن أنسِ بنِ مالكٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قال: ((مَا کَانَ الْحَیَاءُ فی شیءٍ إلَّا زَانَہٗ، وَلا کَانَ الفُحْشُ فِیُ شَیْءٍ إِلَّا شَانَہٗ)) [صحیح]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں ہوتی ہے حیا کسی چیز میں مگر اس چیز کو مزین کر دیتی ہے۔ نہیں ہوتی بے حیائی کسی چیز میں مگر اس چیز کو عیب دار بنا دیتی ہے۔''

٦١٦۔ عن أبيه، أن رسولَ اللّٰہؐ مر برجلٍ يَعِظُ أخاهُ فِي الحياءِ، فقال: ((دعه فإن الحياءَ منَ الإيمَانِ))
''حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ اپنے بھائی کو حیا کی نصیحت کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ و حیا ایمان ہے،ایمان میں سے ہے۔'' [صحیح]

٦١٧۔ عن ابنِ عُمَرَ قالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ على رَجُلٍ يُعَاتِبُ أخَاهُ فِي الحيَاءِ، حتّى كأنَّهُ يقولُ: أضَرَّ بكَ، فقالَ: ((دَعْهُ فإنّ الحَيَاءَ مِنَ الإيْمَانِ))
''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے لیے ڈانٹ رہا تھا اس حد تک وہ کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں مار دوں گا اس پر آپؐ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دے حیا تو ایمان کا حصہ ہے۔''

٦١٨۔ عن عطاءَ وسليمانَ ابنيّ يَسَار وأبى سلمة بن عبد الرَّحمٰن، أنّ عائشةَ قالتُ: كان النَّبِيُّ مُضْطَجِعًا فى بيتِيْ، كَاشِفًا عن فخذِهِ ...... أوْ ساقيهِ ...... فاستأذَنَ أبوبكرؓ فأذِنَ له كذٰلك، فتحدَّثَ ثمّ استأذَنَ عمرُ رضى الله عنه فأذِنَ لَهٗ كَذٰلكَ، ثمّ تحدَّث، ثمّ استأذَنَ عثمانُ رضى الله عنه فجلسَ النَّبِيُّؐ وسوَّىٰ ثيابَهُ ...... قال محمَّدٌ: ولا أقولُ فى يوم واحد ...... فدخلَ فتحدَّثَ، فلمَّا خرجَ قالَ قلتُ: يا رسولَ اللّٰهِ دخلَ أبوبكر فلمْ تهشَّ ولم تُبَالِه، ثمّ دخلَ عمرُ فلمْ تهشَّ ولم تُبَالِه، ثم دخلَ عثمانُ فجلستَ وسويتَ ثيابَكَ؟ قال: ((ألَا أستَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِيي منهُ المَلائِكةُ))
''حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے آپ کی رانیں یا پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ نے ان کو اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دی وہ آئے باتیں کیں اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر آئے انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ نے ان کو بھی اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دی وہ آئے باتیں کیں اور چلے گئے۔ پھر حضرت عثمان ؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اپنے کپڑے درست کیے۔ محمد بن حرملہ کہتے ہیں یہ میں نہیں کہہ سکتا یہ ایک ہی دن کا واقعہ ہے یا مختلف ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عثمان ؓ اندر آئے بات چیت کر کے چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا حضرت ابوبکر ؓ آئے تو آپ ملے نہیں نہ کوئی پرواہ کی پھر حضرت عمر ؓ آئے تو آپ جوں کے توں رہے نہ ملے نہ پرواہ کی۔ لیکن جب حضرت عثمان ؓ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے (کیا وجہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔'' [صحیح]

باب: ما يقول إذا أصبح

صبح کی دعا کے بیان میں

٦١٩۔ عن أبى هريرة قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إذا أصبحَ قال: ((أَصْبَحْنَا وأَصْبَحَ [المُلْكُ لِلّٰهِ، و] الحمدُ كُلُّهُ لِلّٰهِ، لا شريكَ لهُ، لا إلٰه إلَّا اللّٰهُ، وإليهِ النُّشُوْرُ)) وَإذا أمْسَىٰ قالَ: ((أَمْسَيْنَا وأمْسَىٰ المُلْكُ لِلّٰهِ، وَالحمدُ كُلُّهُ لِلّٰهِ، لا شريكَ لهُ لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ، وإليهِ المَصِيْرُ)) [ضعيف]
''ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے ہم پر اور تمام ملک پر اللہ نے صبح کے وقت داخل کیا۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر اللہ ربّ العالمین اور اسی ہی کے حضور قبروں سے نکل کر حاضر ہوتا ہے اور شام کو اس طرح کہتے۔ ہم نے شام کی اور تمام ملک نے شام کی اللہ کے حکم کے ساتھ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ نہیں کوئی الٰہ مگر وہی اللہ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

افتاء

یتیم پوتے کی وراثت

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

سوال: یتیم پوتا دادا کی وراثت کا حق دار نہیں، اس حکم شرع کے پیچھے کیا فلسفہ موجود ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کرے آپ کو قلبی اطمینان حاصل ہو۔

سب سے پہلے اسلام کے نظام وراثت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اسی سے اس کا فلسفہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

چند اصولی احکام:

(الف)......قرآن وسنت کی رو سے انسان اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں اپنا مال جس کو جتنا چاہے دے سکتا ہے۔ اس پر دو پابندیاں شارع نے عائد کی ہیں:

① ......اولاد کو ہبہ دینے میں مساوات کا خیال رکھا جائے۔

② ......ہبہ کا مقصد حق داروں کو ان کے حق سے محروم کرنا نہ ہو۔

(ب)......آدمی کو اپنی زندگی میں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنے خاندان کے جن افراد کو وہ مدد کا مستحق پاتا ہو ان کے حق میں موت سے پہلے وصیت کر جائے۔ بشرطیکہ حق داروں کی حق تلفی اور کسی پر ظلم نہ ہو۔ اس کو قرآنِ مجید میں ''جنف'' اور ''اثم'' (البقرۃ) سے تعبیر کیا ہے۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مورث پر تین پابندیاں عائد کی ہیں:

① ......وارث کے حق میں وصیت نہیں ہو سکتی۔

② ......تہائی مال ہی میں وصیت کی جا سکتی ہے۔

③ ......کسی شرعی وارث کو محروم الوراثہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(ج)...... میراث کا سوال انسان کی زندگی میں نہیں بلکہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مر گیا ہو۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [النساء:۷]

''یعنی مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب تر رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے حصہ ہے، جو والدین اور قریب تر رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔''

﴿إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ [النساء: ۱۷۶]

''اگر کوئی شخص ہلاک ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو جو کچھ اس نے چھوڑا ہے۔ اس کا نصف بہن کے لیے ہے۔''

اسی طرح سورۃ نساء کی آیت (۱۱،۱۲) میں میراث کا قانون بیان کرتے ہوئے بار بار ترک، ترکتم اور ترکتن کے الفاظ دھرائے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا بنیادی قاعدے سے چند اصول معلوم ہوتے ہیں۔

① ......میراث کا کوئی حق مورّث کی موت سے پہلے نہیں ہوتا۔

② ......میراث کے حقوق صرف ان لوگوں کے لیے ہیں جو مورّث کی موت کے بعد واقعتاً زندہ موجود ہوں نہ کہ زندہ فرض کر لیے جائیں۔

③ ......مورّث کی زندگی ہی میں جو لوگ وفات پا چکے ہیں، ان کا کوئی حق میراث میں نہیں ہے۔ وہ اس وقت مر چکے تھے جب کہ سرے سے حق وراثت پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا کوئی شخص ان پہلے کے فوت شدہ لوگوں کا وارث یا قائم مقام ہونے کی حیثیت سے مورّث کے ترکے میں کسی حق کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

④ ......مورّث کے وفات پا جانے کے بعد جو لوگ زندہ ہیں ان کے درمیان میراث تقسیم کرنے کے لیے قرآن جو قاعدہ مقرر کرتا ہے۔ وہ یہ

نہیں ہے کہ جو حاجت مند یا قابل رحم ہو اس کو دیا جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ جو رشتے میں قریب تر ہو وہ وارث ہوگا۔ مثلاً ایک شخص بیٹے بیٹیاں چھوڑ کر گیا ہے اور ایک بیوہ بہن بھی چھوڑ گیا ہے، جو ہلاکت زدہ فقر وفاقہ کی ماری ہوئی اور اس پر یہ کہ کثیر الاولاد ہے۔ اس کے برعکس اس کے بیٹے بیٹیاں تمام خوشحال اور کھاتے پیتے ہیں۔ قرآن وسنت کی رو سے صرف اولاد ہی وارث ہوگی۔ بیوہ بہن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ یعنی اولاد کے ہوتے ہوئے بہن وارث نہیں ہوگی۔ اب یہ مورث کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے نادار، مستحق امداد رشتہ داروں کے لیے اپنی زندگی میں ایک تہائی کی وصیت کر جائے۔ یہاں حاجت مندی کے بجائے مورث کے رشتہ کے قرب کو دیکھا جارہا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تیرہ سو سال سے متفق علیہ چلا آرہا ہے۔ کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ یہی صورت حال یتیم پوتے کی ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک بیٹا چھوڑ گیا ہے اور ایک پوتا چھوڑ گیا جو اس بیٹے کی اولاد میں سے ہے، جو مورث کی زندگی میں فوت ہوگیا تھا۔ شرعی طور پر بیٹا وارث ہوگا اور پوتا محروم رہے گا۔ کیوں کہ قریب تر وارث کے ہوتے ہوئے بعید وارث حصہ نہیں پاسکتا۔ جیسا کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہتا ہے۔ کیوں کہ باپ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں یہ اشکال نہیں پیدا ہوتا جو یتیم پوتے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے، یا پیدا کیا جاتا ہے۔

اس کا حل بھی وہی ہے کہ دادا کا فرض ہے کہ اس قسم کے پوتے کے لیے ایک تہائی مال میں وصیت کر جائے۔ وصیت کی فرضیت سورۃ بقرۃ کی آیت (۱۸۰) سے معلوم ہوتی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر دادا کی کوئی اولاد موجود نہ ہو تو اس صورت میں پوتا یا پوتے وارث ہوں گے۔ اُسی طرح جس طور پر بیٹے وارث ہوتے ہیں۔

سوال نمبر تین اور چار کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اس لیے ایک جواب کافی ہے۔

اسلام یتیموں کی کفالت کا حکم دیتا ہے اس سے کون انکار کرتا ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کفالت اور وراثت دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ کفالت کی ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ مرض الموت میں یا اس سے قبل صورت وصیت کر جائے، کہ تہائی متروکہ مال سے یتیم پوتے کو دیا جائے۔ اب بتائیے کہ حکم کفالت کی نفی کیسے ہوگی، اور احساس محرومی کیسے باقی رہا؟ بعض جدت پسند حضرات نے قائم مقامی کا اصول نکالا ہے۔ یعنی یتیم پوتا اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر حصہ پائے گا اور بیوہ بہو اپنے شوہر کے قائم مقام ہو کر حصہ پائے گی۔ لیکن یہ قائم مقامی کا خود ساختہ ایسا اصول ہے کہ جس کی وجہ سے قرآنِ مجید اور صحیح احادیث میں بیان کردہ نظامِ میراث بالکل درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

①......ایک شخص زید کی زندگی میں اس کے دو بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن انتقال کر جائیں، پھر زید کا انتقال ہوجائے۔ عبداللہ نے ایک بیٹا اور عبدالرحمٰن نے چھ بیٹے چھوڑے تھے۔ اب تمام جائیداد دو حصوں میں تقسیم ہونی چاہیے۔ یعنی ۱/۲ عبداللہ کے ایک بیٹے اور نصف ۱/۲ عبدالرحمٰن کے چھ بیٹوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ کیا یہ انصاف ہے؟ اسلامی وراثت قانون کے لحاظ سے زید کی تمام جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوگی۔ ہر ایک کو برابر حصہ ملے گا۔ بتائیے پہلی صورت معقول تھی یا دوسری صورت۔

②......مثلاً زید نے ایک بیٹا چھوڑا اور ایک یتیم پوتی۔ قائم مقامی کے اصول کے مطابق اس یتیم پوتی کو اپنے مرحوم باپ کا پورا حصہ ملنا چاہیے یعنی زید کے بیٹے کے برابر۔ حالاں کہ قرآنِ مجید کا صریح اصول ہے کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔

﴿ للذكر مثل حظّ الأنثيين ﴾ [النساء:۱۱]

اگر پوتی کی جگہ بیٹی ہوتی تو وہ اپنے بھائی یعنی مورث زید کے بیٹے کے ساتھ مل کر نصف حصہ پاتی۔ لیکن اب قائم مقامی کے اصول کی کرامت ہے کہ پوتی مورث کے بیٹے کے ساتھ برابر حصہ پارہی ہے۔ کیا یہ صراحتاً قرآنِ حکیم کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

اُمید ہے کہ آپ غور سے پڑھیں گے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ اسلام کا قانون انتہائی عادلانہ اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہے، جسے محض جذباتی اندازِ فکر سے متزلزل نہیں کیا جاسکتا۔

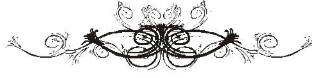
اس مسئلہ کا صحیح حل یہ ہے کہ مورث اپنی زندگی میں اس قسم کے

حاجت مند قرابت داروں کے لیے تہائی مال کے اندر اندر وصیت کرجائے۔ مثلاً یتیم پوتا، یتیم پوتی، بیوہ بہن، بیوہ بہو علی ہذا القیاس دوسرے رشتہ دار بھی ہوسکتے ہیں۔

اگر کوئی مورث اپنی زندگی میں وصیت نہیں کرگیا ہے تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ مورث کے متروکہ مال میں سے ایک تہائی ایسے مستحقین میں تقسیم کردے۔ بعض اہل علم کی یہ رائے ہے۔ اس میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ بشرطیکہ اصل نظامِ وراثت اپنی جگہ قائم رہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ حوادث کی بناء پر مستقل قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً ایک شخص کے تین بیٹوں نے اس کے مرنے کے بعد شریعت کے مطابق باپ کی جائیداد آپس میں تقسیم کرلی۔ اچانک ایک بیٹے کی جائیداد کو آگ لگ گئی، یا چوری ہوگئی اور وہ بیچارا مفلس ہوگیا۔ تو کیا تقسیم شدہ جائیداد جو دوسرے وارثوں کے پاس ہے وہ دوبارہ از سرِ نو تقسیم ہوگی، یا یہ رشتہ دار اس کے ساتھ تعاون و امداد کی شکل اختیار کریں گے؟

ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوسکتی ہے۔ پہلی صورت نا معقول ہے، اور ناممکن العمل بھی۔ اسی طرح باپ کی زندگی میں بیٹے کا فوت ہوجانا اور یتیم بچے چھوڑ جانا ایک حادثہ ہے۔ اس کا وہی حال درست ہے جو پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اس حادثہ کی خاطر پورے نظام وراثت کو ادھیڑ ڈالنا کوئی معقول شکل نہیں ہے۔



ہنزہ جھیل کی طغیانی اور ہمارے حکمران

ان دنوں ہنزہ جھیل (وادی گلگت) میں طغیانی کی خبریں زبان زدِ عام ہیں۔ پہاڑوں سے بڑے بڑے پتھر سرکتے ہوئے آئے اور دریائے ہنزہ کے راستے کو بند کرگئے اور اس لینڈ سلائنڈ نگ کے نتیجے میں ہنزہ جھیل معرضِ وجود میں آگئی۔ ہمارے ملک میں دریاؤں کی سرزمین ''پنجاب'' کے سارے دریا خشک ہوچکے، بھارت نے ان دریاؤں کا پانی بند کرکے معاشی تنگی کی راہیں پاکستان پر وا کردیں۔ مگر اللہ کریم نے اپنی قدرت کے نظارے دکھائے اور ہنزہ جیسی جھیل بنا کر پاکستانی قوم کو بتا دیا کہ تمام امور کا مالک و خالق فقط اللہ وحدہٗ لا شریک ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں وطن عزیز میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے عذاب میں ہمارے حکمرانوں نے ہمارے عوام کو مبتلا کررکھا ہے اور پانیوں کی خشکی کا بتا کر جس طرح اپنی سیاست بازیاں کررہے ہیں، اگر یہی جھیل کسی ترقی یافتہ ملک (چائنا، جاپان، کوریا وغیرہ) میں ہوتی تو اُن کے حکمران فوراً اس جھیل سے نہریں بنا لیتے، اس جھیل پر بجلی بنانے کے آلات نصب کردیتے اور ڈیم بنا کر اس جھیل سے مستفید ہوجاتے۔ مگر ہمارے حکمرانوں کی سوچ اور عقل کو آئی ایم ایف اُچک کرلے گیا ہے اور امریکی غلامی نے ان حکمرانوں کو ایسی دلدل میں دھکیل رکھا ہے کہ یہ ڈیم تو کیا، ہنزہ جھیل سے ہمارے دیہات ڈبو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت (پانی) سے استفادہ نہیں کررہے۔ الامان والحفیظ

اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو عقل سلیم سے نوازے، آمین۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

تاریخ و آثار

مدینۃ الرسول ﷺ کی مختصر تاریخ

مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی (فاضل جامعہ اسلامیہ۔ مدینہ منورہ)

''مدینہ'' عربی زبان میں شہر کو کہتے ہیں، اس کا پرانا نام یثرب ہے۔آنحضرت ﷺ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے۔ چناں چہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ يَثْرِبَ، فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، هِيَ طَابَةُ هِيَ طَابَةُ۔

''جوشخص مدینہ کو یثرب کے نام سے پکارے وہ عزت وجلال والے اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگے، یہ (مدینہ) طابہ ہے طابہ ہے۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اس وقت مدینہ منورہ میں ثعلبہ کی اولاد سے اوس اور خزرج دومشہور قبیلے آباد تھے۔ ثعلبہ کا چچا عمران بن عامر سبا کا رئیس تھا جو کہ ۹۰۰ق م میں اپنے علاقے سے نکل کر عمان میں سکونت پذیر ہوگیا تھا۔ مگر ثعلبہ مع اہل وعیال مدینہ طیبہ میں منتقل ہوگیا اور یہودیوں سے جو اس وقت مدینہ اور اس کے مضافات میں بستے تھے، لڑ جھگڑ کر اردگرد کے تمام قلعوں پر قابض ہوگیا۔

مدینۃ النبی ﷺ کے مختصر فضائل:

بلادِ عالم میں سے صرف شہر مدینہ کو ہی یہ عزت وشرف نصیب ہے کہ یہاں دانائے سبل ختم رسل حضرت محمد ﷺ جیسی عظیم البرکت ہستی جن کی شان میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے:

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصۂ مختصر

اپنے دو وزیروں کو آغوش میں لیے حجرۂ مبارکہ میں استراحت فرما ہیں۔ علاوہ ازیں اس مقدس سرزمین میں ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں بڑے بڑے اجلہ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ أعلام اور اولیائے رحمٰن مدفون ہیں۔ چناں چہ امام دار الہجرہ مالک بن انس رحمہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ صرف ''البقیع'' میں دس ہزار صحابہ کی قبریں موجود ہیں۔

مدینہ کی محبت اور خیر و برکت کے لیے دعا:

آنحضرت ﷺ فداہ ابی وامی نے مدینہ کے لیے درج ذیل دعائیں مانگی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے اللہ! ہمارے لیے مدینے کو ایسا ہی محبوب بنادے جیسا کہ مکہ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور اس کے بخار کو جحفہ (جو کہ شام وغیرہ کی میقات ہے) کی طرف منتقل فرمادے۔''

''اے اللہ! ہمارے مد اور صاع میں برکت ڈال۔'' [بخاری:۶۷۱۴]

''الٰہی! ہمارے پھلوں میں، مدینہ میں، صاع اور مد میں برکت فرما۔''

''الٰہی! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، دوست اور نبی ہیں، میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں انہوں نے مکہ کے لیے دعا فرمائی تھی اور میں مدینہ کے لیے اتنی اور اس سے زیادہ خیر و برکت کے لیے دست بدعا ہوں۔'' [مسلم شریف:۱/۴۴۲،رقم:۱۳۷۳]

مدینہ طیبہ پر الٰہی پہرہ:

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے اس کے تمام دروازوں پر فرشتے تعینات فرمادیئے ہیں تاکہ طاعون اور دجال نہ داخل ہوسکیں۔'' [صحيح البخاري: ٢/ ٦٦٤، حديث: ١٧٨١]

مدینہ نکھارنے کی بھٹی:

آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کا نام طیبہ ہے یہ میل کچیل اس طرح

نکالتا ہے جس طرح کہ آگ چاندی سے میل کچیل نکال دیتی ہے۔

[صحیح البخاری: ۲/۶۶۵، حدیث: ۱۷۸٤]

اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طَيِّبُهَا ۔

[صحیح البخاری: ۱۸۸۳]

''مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو صرف گندے اور غلیظ مادے اڑا دیتی ہے جب کہ کھرے مادے باقی رہ جاتے ہیں۔''

مدینہ میں موت پر گواہی اور شفاعت نبوی ﷺ کی ضمانت:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مدینہ میں موت کی استطاعت رکھتا ہوا سے چاہیے کہ یہیں مرے کیوں کہ جو یہاں مرگیا روزِ قیامت میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔'' یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مولائے کریم سے مدینہ طیبہ میں موت کے لیے یوں دعا کی تھی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ﷺ ۔ [صحیح البخاری: ۲/۶۶۸، حدیث: ۱۷۹۱]

''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر (مدینہ) میں موت دے۔''

الٰہی! ہم بھی بصدق دل دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے اور کٹ مرنے کی توفیق نصیب فرما اور اپنے پیارے رسول ﷺ کے حرم مبارک میں عزت کی موت دے، آمین ثم آمین۔

مدینہ ایمان کا مرجع:

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایمان سکڑ کر مدینہ میں یوں چلا آئے گا جس طرح کہ سانپ اپنی بل میں داخل ہو جاتا ہے۔

[صحیح البخاری: ۲/۶۶۳، حدیث: ۱۷۷۷]

مدینہ میں صبر کرنے پر شفاعت اور گواہی کی گارنٹی:

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مدینہ کی شدت اور تکلیف پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں گا۔

اہل مدینہ کی فضیلت:

مدینۃ الرسول ﷺ کے باسی اس لحاظ سے انتہائی خوش نصیب واقع ہوئے ہیں کہ وہ حرم نبوی ﷺ میں متمکن ہیں اور انہیں صرف حضورِ اکرم ﷺ کی ہمسائیگی کا شرف ہی حاصل نہیں بلکہ وہ مسجد نبوی ﷺ کو آباد رکھنے اور بلد رسول ﷺ کی حفاظت جیسی بابرکت خدمت کے شرف سے بھی فیض یاب ہیں۔ ان کی دینی اور دنیوی زندگی ہر اعتبار سے ہم سب کے لیے قابل رشک ہے مگر یہ سب کچھ تب ہے جب یہ لوگ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے پرستار اور صرف محمد ﷺ فداہ روحی کے فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوں۔ لیکن اگر شرک وبدعات کا گوبر پیٹ میں بھرا ہوا ہو تو مدینہ منورہ میں ایک بار ہی نہیں بلکہ بار بار جنمیں اور مریں تو پھر بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ایک صحابی (غالباً وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں) کا قول ہے کہ مدینہ کسی کو پاک نہیں کرسکتا تاوقتیکہ خود پاکباز بننے کی کوشش نہ کی جائے۔ اور یہ بات بالکل سچ ہے، کیوں کہ محض مدینہ طیبہ میں رہنے سے بخشش ومغفرت کے امکانات ہوتے تو یہود ومنافقین کے گروہ کبھی واصل جہنم نہ ہوتے۔ قیامِ مدینہ سے فیض یاب ہونے کے لیے عقائد واعمال کی درستگی ازبس ضروری ہے۔

اہل مدینہ سے فریب کا انجام:

آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ والوں سے جو بھی مکر وفریب سے کام لے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک یا آگ میں رانگ۔

مدینہ شریف کی مسنون زیارت

بلد امین مکہ مکرمہ کی سرزمین کے بعد بلد رسول مقبول ﷺ ہی ایسا مقدس ومشرف مقام ہے جہاں ربّ العالمین کے فضل وکرم سے ایسے متبرک مقامات موجود ہیں کہ وہاں زائرین کا ہر ہر قدم لغزشوں کا کفارہ، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا موجب اور بلندی درجات کا باعث ہے، وہ نشانات یہ ہیں:

① مسجد نبوی ﷺ ② قبر رسول ③ مسجد قباء ④ البقیع قبرستان

اور دیگر مقابر شہدائے احد۔

مسجد نبوی ﷺ کی زیارت:

جس وقت آپ کو مدینہ طیبہ میں جانے کی سعادت نصیب ہو تو آپ پر لازم ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کا قصد فرمائیں پھر مدینۃ الرسول میں باقی مقامات کی زیارت مسنون طریقے سے کریں، کیوں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، وَمَسْجِدُ الرَّسُوْلِ ﷺ، وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی۔

''دنیا میں صرف تین مسجدیں ہی ایسی جگہیں ہیں جن کی زیارت کے لیے شد رحال (کجاوے باندھنا) جائز ہے: مسجد حرام مکہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔''

ان کے علاوہ کوئی چوتھی جگہ ایسی نہیں جس کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کیا جا سکے۔

شد رحال کا معنی:

شد کا معنی باندھنا اور رِحال جمع ہے رَحل کی اور رحل کا معنی کجاوہ ہے، جو اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ لہٰذا شد رحال کا لغوی معنی کجاوے باندھنا ہوا اور اس کا مرادی معنی کسی مقام کی زیارت کے لیے زادِ راہ اور سواری کا اہتمام کرنا اور بیوی بچوں کو اللہ کے سپرد کر کے اور دوست احباب کو سلام و دعا کر کے روانہ ہو جانا۔

قبر رسول ﷺ کے لیے شد رحال:

علمائے امت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا شد رحال صرف تین مساجد مذکورہ کی زیارت کے لیے خاص ہے یا ان کے علاوہ اور انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف بھی ہو سکتا ہے؟ چناں چہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کی اکثرت اس بات کی قائل ہے کہ قبر رسول ﷺ کے علاوہ دیگر صالحین کی قبروں کے لیے بھی شد رحال ہو سکتا ہے اور یہ حضرات اپنے موقف کی تائید میں تین طرح کے دلائل پیش کرتے ہیں:

① ...... وہ احادیث جو بالخصوص قبر نبی ﷺ کی زیارت کے لیے وارد ہوئیں۔

② ...... وہ احادیث جو عام قبروں کی زیارت کے لیے ثابت ہیں۔

③ ...... قیاس، وہ یہ کہ اگر مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منٰی، مزدلفہ اور عرفات اور تجارت، ملازمت، تحصیل علم اور علاج ومعالجہ کے لیے مدینۃ الرسول یا دیگر شہروں کے لیے شد رحال ہو سکتا ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کے لیے جو کہ ان تمام سے افضل واعلیٰ ہے، بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس امام مالک، امام الحرمین قاضی عیاض، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ رشید حافظ ابن قیم، متعدد حنابلہ اور شاہ ولی اللہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ صحیح روایات کی رو سے مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی جگہ بھی خواہ مرقد رسول ﷺ ہی کیوں نہ ہو شد رحال جائز نہیں۔ یہ حضرات فریق اوّل کے دلائل کا یوں جواب دیتے ہیں:

① ...... قبر رسول ﷺ کی زیارت کے بارہ میں جتنی روایات ثابت ہیں سب کی سب ضعیف یا موضوع ہیں۔

[المرعاۃ: ۱/۴۵۴]

② ...... عام قبروں کی زیارت کے بارہ میں جو احادیث وارد ہیں ان کے مطابق شد رحال نہیں ہونا چاہیے، اس کی ضرورت نہیں۔

③ ...... قبر رسول ﷺ کی زیارت کے لیے شد رحال کو مناسک حج کی ادائیگی کے لیے عرفہ، منٰی اور مزدلفہ وغیرہ اور تجارت وملازمت، تعلیم، علاج ومعالجہ کے لیے بیرون ملک شد رحال پر قیاس کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ مذکورہ مقامات کے لیے شد رحال کی باقاعدہ اجازت موجود ہے۔

لہٰذا کتاب وسنت کے حوالے سے صرف قبر رسول ﷺ کے لیے شد رحال کے بارہ میں کوئی صحیح دلیل وارد نہیں۔

زیارت کی اقسام

علماء کے نزدیک زیارت کی دو قسمیں ہیں: شرعی اور بدعی

شرعی زیارت کے لیے بھی شد رحال نہ کیا جائے، ہاں اگر کوئی قبر آپ کے شہر میں ہو یا دورانِ سفر راستہ میں آ جائے تو آپ وہاں دعا کے

لیے ٹھہر سکتے ہیں۔

نیز قبر میں مدفون شخص سے، چاہے وہ کتنا ہی عالی مرتبت کیوں نہ ہو اس سے کوئی دعا وفریاد نہ کی جائے اور نہ اس کے نام کی کوئی منت مانی جائے۔

بدعی زیارت یہ ہے کہ کسی قبر کی طرف کسی قصد، ارادے اور تیاری سے سفر کیا جائے۔ قبر والے سے دعا وفریاد کی جائے، اسے مشکل کشا مانا جائے اور کسی خواہش کی تکمیل کے لیے منت مانی جائے۔ شرعی زیارت کے لیے جواز موجود ہے لیکن بدعی زیارت سراسر اسلام کے منافی ہے۔

قبر رسول ﷺ کی طرف شد رحال کا مقصد:

قبر رسول ﷺ کی طرف شد رحال کا مقصد یا تو قبر پر عبادت ہے یا استغاثہ وفریاد ہے یا پھر درود وسلام۔ اگر پہلی بات ہے تو شرعاً حرام ہے۔ چناں چہ حضور رسالت مآب ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَا تَجلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا ۔ [صحيح مسلم: ٦٢/٣، حديث: ٢٢٩٤]

''قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔''

اگر دوسری صورت ہے تو بھی غلط ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اہل قبور سے استغاثہ واستمداد اور دعا وفریاد کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اور اگر تیسری صورت ہے یعنی درود وسلام تو یہ مقصد تو گھر بیٹھے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے شد رحال کی کیا ضرورت ہے؟ چناں چہ رسولِ عربی ﷺ کا فرمان ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ، يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ ۔ [الترمذی: ٢٦٠٠، نسائی: ١٢٢٨]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر چند ایسے فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے جو میرے ہر امتی کے سلام کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

بقیہ: حصولِ علم ایک اہم فریضہ......!

دو خوش نصیب:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا ۔'' [صحيح بخاری: كتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم، حديث: ٧٣]

''دو طرح کے اشخاص کو دیکھ کر ان کے جیسا بننے کی دعا اور کوشش کرنی چاہیے: ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا کیا اور اسے حق کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دی، دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت عطا کی اور وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہی شخص قابل رشک ہے جو علم حاصل کرے اور اس کار خیر میں اپنا مال صرف کرے۔ تا کہ دین کے طلباء دین کا فہم وعلم حاصل کر کے اللہ کے دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیں اور ہمارا خرچ کیا ہوا روپیہ ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن جائے۔

غور کریں:

① ......کیا ہم نے اپنی اولاد کو اپنے لیے دعائیں کرنے کے لائق بنایا ہے؟

② ......کیا ہم نے انہیں اپنے لیے صدقہ جاریہ بنایا؟

③ ......کیا ہم نے اپنے مال سے دین کے طلبہ کے لیے حصہ نکالا؟

اگر جواب ''ہاں'' ہے تو اللہ کا شکر ادا کریں اور اس پر مزید مضبوطی سے کار بند رہیں۔ اور اگر اس کا جواب ''نہیں'' ہے تو اپنی زندگی اور اپنے اعمال پر غور کریں اور آخرت کے بارے سوچیں کہ جب کوئی کسی کا رشتہ دار حتی کہ والدین اولاد اور اولاد والدین کے کام نہ آئے گی تب ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

مکاتیب مشاہیر

مکتوبات مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

نوٹ: مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کے نام مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے خطوط جناب سید کلیم حسین شاہ صاحب اسلام آباد نے اشاعت کے لیے ہمیں بھجوائے ہیں جو ذیل میں ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی صاحب علم کے پاس مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ یا دیگر علماء کے خطوط موجود ہوں تو اصل یا ان کی فوٹو کاپی ہمیں اشاعت کے لیے بھیجیں۔ امید ہے کہ صاحب علم حضرات اس سلسلے کو جاری رکھنے میں تعاون فرمائیں گے تاکہ بزرگوں کے خطوط اور ان کی نگارشات محفوظ ہو سکیں اور شائقین ان سے مستفید ہوں۔ [ادارہ الاعتصام]

له الحمد

لاہور۔ ۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرم و محترم جناب مولانا صاحب دامت معالیکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

① ...... بہت ہی جستجو کی گئی اذا ابتلی الرجل ببلیتین، الخ لفظوں سے یہ روایت کہیں نہ مل سکی۔ البتہ مشکوٰۃ (ص:۵۱۹) کی حدیث بروایت عائشہ دیکھ لیجیے۔ باب فی اخلاقه و شمائله ﷺ

② ...... حجاج بن علاط کے متعلق یہ روایت اصابہ میں باسند مل سکی ہے:

قال عبدالرزاق اخبرنا معمر عن ثابت عن انس لما افتتح رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر ...... الى آخر الحديث ...... رواه احمد ۔

وابو اسحاق عن عبد الرزاق ورواه النسائي عن اسحاق وابو يعلى والطبراني وابن منده من طريق عبد الرزاق ۔

[اصابہ، ص:۳۲۷، جلد اوّل]

المجتبیٰ للنسائی میں یہ روایت نہیں ملی۔ غالباً سنن کبریٰ میں ہوگی۔ فتح الباری، ص:۱۲۱، ج:۳، باب الکذب فی الحرب میں یہ حدیث حافظ ابن حجر لائے ہیں۔ صححہ بحاکم کہا گیا ہے۔ اس پر جرح کوئی معلوم نہیں ہو سکی، الروض الانف، شرح سیرۃ ابن ہشام بھی دیکھی گئی، کوئی چیز نہیں مل سکی۔

افسوس ہے تعمیل ارشاد میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ اصل میں میری مصروفیات کچھ بے ڈھب سی ہیں۔ امید ہے آپ کے اخلاق کریمانہ درگزر فرمائیں گے۔ سب کی خدمت میں سلام......

والسلام

حنیف بھوجیانی

((..........☆☆☆..........))

له الحمد

لاہور۔۱۴؍شوال ۱۳۷۵ھ
محترم المقام زیدت مکارمکم
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
یادفرمائی کا شکریہ!
مرعاۃ جلداوّل بڑی جلدی ہوئی تو محرم ۱۳۸۰ھ تک ہوگی۔
ابطال دعویٰ الاجماع للشوکانی کا طبع ہونا میرے علم میں نہیں۔ البتہ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تلخیص دلیل الطالب کے ایک رسالے میں کردی ہے۔ نیل الاوطار میں جواس پر بحث ہے وہ آپ کی نظر سے گزر چکی ہوگی۔
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ مطبوعہ مصر کی دوسری جلد کے آخر میں ''السماع والرقص'' کے نام سے امام موصوف رحمہ اللہ کے افادات جمع کردیے گئے ہیں۔ غنیۃ الطالبین اوراحیاء العلوم میں بھی یہ مبحث موجود ہے۔ کف الرعاع لابن حجر المکی ان کی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر کے حاشیہ پر مطبوع ہے۔
ان کےعلاوہ جورسالے جناب نے تحریر فرمائے ہیں ان میں سے بعض طبع ضرور ہوچکے ہیں لیکن احقر کو ان کا تفصیلی علم نہیں۔
''وجدوسماع''، ''قوالی'' غالباً ''السماع والرقص'' کے ترجمے ہیں۔ لطائف المنن شعرانی مصریا بمبئ سے مل سکے گی۔ یہاں ایک حنفی دوست کے پاس ہے۔ شایدان سے دوہفتہ کے لیے مطالعہ کے لیے مل سکے۔
امید ہے جناب بخیریت تمام ہوں گے۔

والسلام
حنیف بھوجیانی

((..........☆☆☆..........))

بسم الله الرحمن الرحيم

حضرت الشیخ المکرّم المعظم حفظکم اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جناب کے اوّلین تلامذہ کا ایک نہایت باسلیقہ اوروفاشعار تلمیذ رشید محی الدین کے انتقال کی خبر سے اس عاجز کو ہی نہیں جس نے بھی سنا اس کو ہی بہت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
بس اس سے زیادہ لکھنے کا یارا ہی نہیں تاہم اس کی اس سعادت پر رشک آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت البقیع میں جگہ عنایت فرمادی۔
ان سطور کے لکھنے تک مرحوم کے بال بچے ابھی تک لاہور نہیں پہنچے۔ مدینہ منورہ میں جنازہ وغیرہ کے کوائف معلوم کرنے کو دل چاہتا ہے اگر کسی شاگرد سے لکھوادیں تو عاجز ممنون ہوگا۔ گھر میں اوراحباب کو سب سے سلام۔

والسلام
محمد عطاء اللہ حنیف
۲۱؍محرم ۱۳۹۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲صفر۱۴۰۴ھ

محبّ مکرم ومحترم جناب مولانا عبدالغفار حسن حفظہ اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یاد فرمائی کا شکریہ!

وطن واپسی پر مبارک۔ اللہ تعالیٰ خدمت مسلک اہل حدیث کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔ انوار ساطعہ وہی ہے ضخیم کتاب ہے، عنقریب بھیج دوں گا اسے ممکن حد تک جلدی فرمائیں ایسا نہ ہو طویل منصوبہ کے باعث کچھ بھی نہ ہو سکے۔ صرف مرتب ہو جائے عبارات کے تراجم ہو جائیں اتنا ہی کافی ہے۔ بزرگوں کی یاد تازہ ہو جانی چاہیے۔ شروع میں ان کے سوانح مختصراً آ جائیں اور ضمناً جتنا کچھ ہو سکے آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ کا تعارف بھی ہو جائے۔

خاکسار ابھی تک کوئی کام نہیں کر سکتا۔ تنقیح الرواۃ جلد ثالث شائع ہوگئی۔ الحمد للہ اس خواب کی کچھ تعبیر ہوگئی۔ (باقی ملاقات پر اگر ہو سکی۔)

سب حضرات کی خدمت میں سلام۔

والسلام

محمد عطاء اللہ حنیف

((..........☆☆☆..........))

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹مئی ۱۹۸۵ء

محترم المقام! متعنا اللہ بطول بقائکم ونفعنا بعلومکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

توجہ فرمائی اور تکلیف اٹھانے کا بے حد شکریہ۔ میرا حال تقریباً بدستور ہے۔

① ...... مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا ''مسئلہ خلافت'' ہمارے ہاں موجود ہے۔ دیکھ کر حسب ارشاد عمل ہوگا۔

② ...... انعامات مشتہرہ ومروّجہ کے بارے میں حافظ محمد یوسف صاحب نے ایک مضمون لکھ رکھا ہے، رمضان مبارک کے پہلے شمارہ میں ان شاء اللہ شائع ہو جائے گا۔ مناسب ہے آپ تکلیف فرما کر تائیدی مضمون لکھ دیں، گو مختصر ہو۔

ایسے مضامین میں محترم حافظ محمد یوسف صاحب کو وقت دینا پڑتا ہے۔ تنقیح الرواۃ کا کام اس سے متاثر ہوتا ہے، جو ان وقتی چیزوں سے اہم ہے۔ تخریج کے لیے تلاش میں بہت وقت صرف ہو جاتا ہے۔

محترم حکیم اشرف کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔

از مولانا صلاح الدین یوسف سلام

محمد عطاء اللہ حنیف

((..........☆☆☆..........))

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومنا المحترم دامت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

①......آٹھویں صدی ہجری کے ایک عالم کا رسالہ ہے ''آ کام المرجان فی احکام الجان'' اس میں یہ بحث ہے۔ کراچی میں نور محمد نے بھی وہ شائع کر دیا ہے۔ میرے پاس بھی موجود ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک رسالہ ''ایضاح الدلالہ فی عہد الرسالہ'' رسائل منیریہ جلد دوم میں مطبوع ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی ؒ کا بھی ایک رسالہ ''الدلالہ فی عہد الرسالہ'' (فتاویٰ سبکی جلد دوم) طبع شدہ ہے۔

②......میرے ہاں مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب طبع اوّل ہے جو ٹائپ پر ہے۔ بحث کے عنوان کا پتہ چل جائے تو سہولت ہو سکے گی لیکن رمضان المبارک کے بعد ہی اب ہو سکے گا۔

سب حضرات سے سلام

والسلام

محمد عطاء اللہ حنیف

از لاہور، ہفتہ ۱۰ مئی ۱۹۸۵ء

تذکرہ علمائے اہل حدیث

قسط ...... (۱)

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ برصغیر پاک و ہند کے نامور اہل حدیث عالم دین ہیں۔ انہوں نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں اپنی خطیبانہ صلاحیتوں، بلند آہنگ خطابت اور حکیمانہ اسلوبِ وعظ سے لوگوں کو توحید وسنت کا عامل بنایا اور انہیں ''صراطِ مستقیم'' دکھا کر نیک نام ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبداللہ صاحب کو علم وعمل کا حظ وافر عطا کیا ہے اور بے پناہ اوصاف وکمالات سے نوازا ہے۔ آپ جماعت اہل حدیث کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔ گزشتہ صدی کی جماعتی تاریخ انہیں نہ صرف یہ کہ ازبر ہے بلکہ بہت سے واقعات کے آپ عینی شاہد ہیں۔ جب زبان کو حرکت دیتے ہیں تو اکابر کے واقعات بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ اور ان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان سے متعلق نادر معلومات اور واقعات بھی فراہم کرتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے یہ بزرگ معلومات کا بحر ذخار اور ہماری جماعتی تاریخ کا چلتا پھرا انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ بڑے ہی شگفتہ مزاج، لطفیہ گو، مرنجاں مرنج اور باغ وبہار طبیعت کے انسان ہیں۔ عبوست ویبوست سے کوسوں دور رہتے ہیں ان کی بذلہ سنجی اور خوش طبعی کے قصے زبان زد عام ہیں۔

نہایت بااخلاق، بلند کردار، نیک طینت، شریف النفس، خوش گفتار، مہمان نواز اور منکسر المزاج عالم دین ہیں۔ میرے بہت ہی پیارے اور محترم بزرگ دوست ہیں۔ ان سے عقیدت ومحبت کا ناطہ گزشتہ ربع صدی سے قائم ہے۔ میں نے پہلی بار انہیں ۱۹۸۸ء کے ماہِ ستمبر کے وسط میں دیکھا تھا۔ وہ مولانا بشیر احمد صدیقی رحمہ اللہ کی تعزیت کے سلسلے میں منعقدہ کانفرنس میں تشریف لائے تھے۔ یہ تعزیتی جلسہ سمن آباد فیصل آباد کے بلال پارک (کوئلے والی گراؤنڈ) کے مشرقی کونے پر مولانا بشیر احمد صدیقی کے گھر کے قریب ہوا تھا۔

میں سٹیج کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا عبداللہ صاحب مائیک پر آئے۔ میانہ قد، متناسب جسم، سفید داڑھی، نظر کے چشمے کے پیچھے ذہانت کی غماز چمکتی آنکھیں، سر پر کلے کے اوپر سفید طرے دار پگڑی، سفید شلوار اور قمیص اوپر سے واسکٹ زیب تن، پاؤں میں کھسہ۔ انہوں نے اپنی کڑک دار آواز میں السلام علیکم کہا۔ میرے برابر میں میرے ماموں کا پڑوسی یٰسین سلفی بیٹھا تھا وہ سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا، ''بابا بورا رونق لاوٗ گا۔''

اب بابا جی کا وعظ شروع ہوا۔ خطبہ مسنونہ پڑھ کر انہوں نے علم اور عالم دین کی عظمت بیان کرتے ہوئے مولانا بشیر احمد صدیقی مرحوم کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی دینی خدمات کو سراہا۔ پھر گویا ہوئے کہ لوگو! اپنے بچوں کو دین پڑھاؤ اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اثنائے گفتگو انہوں نے اپنی دینی تعلیم کے متعلق بتایا کہ وہ نویں کلاس میں پڑھتے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی تقاریر سے متاثر ہو کر دینی تعلیم کی طرف آئے اور آج اللہ نے یہ مقام دیا ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب کا یہ وعظ کوئی گھنٹہ بھر جاری رہا، لوگ از حد متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی دورانِ تقریر اپنی شیرینی گفتار سے سامعین کو خوب محظوظ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ان کا وعظ سنا اور ان سے متاثر ہوا۔ مجھے شروع دن سے ہی تاریخ سے دلچسپی رہی ہے اور مولانا عبداللہ صاحب کی تقریروں میں میرے ذوق کا بہت سا مواد موجود تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ذوق کی تسکین کے لیے ان کی بہت سی تقریریں جلسوں میں سنیں۔ اب تلک ان سے عقیدت کا سلسلہ

یک طرفہ تھا۔

۳ مارچ ۱۹۹۹ء کو جماعت کے عظیم شاعر و مصنف مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی نے وفات پائی۔ وہ میرے بڑے گہرے بزرگ دوست تھے۔ ان کی وفات پر میں نے ایک طویل مضمون لکھا جو الاعتصام کی دو اشاعتوں میں شائع ہوا۔ مولانا عبداللہ صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور متاثر ہوئے۔ ۶/اگست ۱۹۹۹ء کو وہ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد میں سالانہ سیرت النبی ﷺ کے پروگرام میں تشریف لائے۔ میں ان دنوں دینی کتابوں کی دکان پر ملازم تھا۔ مولانا صاحب تقریر سے فارغ ہو کر رات ایک بجے کے قریب دکان میں تشریف لائے۔ احباب سے گفتگو کرتے رہے۔ مجھے پوچھنے لگے ''کا کا تیرا ناں کی اے'' میں نے بتایا محمد رمضان یوسف سلفی۔ کہنے لگے ایک بار پھر بتاؤ، میں نے دوبارہ اپنا نام بتایا۔ اب فرمانے لگے مولانا عبدالرحمٰن عاجز پر الاعتصام میں مضمون تم نے لکھا تھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا، جی میں نے لکھا تھا۔ یہ سن کر خوش ہوئے اور کہنے لگے بہت خوب ...... میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور تھپکی دی، اچھے الفاظ میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ پھر کہنے لگے کہ ''مولانا عاجز مرحوم پر میں بھی کچھ لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن تمہارا مضمون اتنا اچھا تھا کہ میں نے نہ لکھنے کا فیصلہ کیا کہ میں اس سے اچھا نہیں لکھ سکوں گا۔''

یہ ان کی شفقت اور محبت تھی کہ انہوں نے ان الفاظ سے میری حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد تو ان سے میرے نہایت گہرے مراسم قائم ہو گئے۔ وہ فیصل آباد آئیں تو ٹیلی فون بھی کرتے ہیں اور مکتبہ پر تشریف لا کر خدمت کا موقع بھی دیتے ہیں۔ بعض دفعہ کسی تبلیغی پروگرام میں ساتھ بھی لے جاتے ہیں۔

۲۰۰۱ء کے نومبر میں کلیہ دار القرآن والحدیث جناح کالونی فیصل آباد میں تقریب بخاری کا پروگرام تھا میں بھی وہاں گیا۔ مولانا عبداللہ صاحب دورانِ تقریر تاریخی واقعات سنا رہے تھے کہنے لگے ''رمضان سلفی یہاں ہے؟ میں نے ہاتھ بلند کر کے اپنی موجودگی کو ظاہر کیا فرمانے لگے اسٹیج پر آ کر بیٹھو یہ سلفیوں کا اسٹیج ہے۔''

میں دو بار ان کے ہاں بورے والا گیا ہوں۔ ایک بار ۱۴/اگست ۲۰۰۲ء کو ان کے بیٹے حافظ محمد لقمان سلفی مرحوم کی تعزیت کے لیے اور دوسری بار ۲۸/اپریل ۲۰۰۳ء کو۔ دونوں بار محبت اور خلوص سے پیش آئے اور اتنی مہمان نوازی کی کہ مجھے اسلاف کا دور یاد آ گیا۔ بلاشبہ مولانا عبداللہ صاحب اسلاف کی یادگار ہیں۔

اب آیئے ان کے حالات وواقعات اور جماعتی خدمات کی طرف۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ہمیں یا تو بالمشافہ مولانا سے گفتگو کر کے حاصل ہوئی ہیں اور کچھ باتیں ہم نے اپنے مرشد عالی قدر مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی بزم ارجمنداں سے مستعار لی ہیں۔ مولانا عبداللہ صاحب ۱۹۱۶ء میں ضلع گورداس پور (مشرقی) پنجاب کے ایک مقام ''وڑائچ'' میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حکیم امام الدین تھا جو علمائے کرام اور واعظین عظام کی عزت وتوقیر میں اس نواح میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ نیک اور صالح بزرگ تھے۔ ان کا یہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو انہوں نے اسے سرکاری سکول میں داخل کرا دیا۔ جہاں بچے نے مڈل کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔

بعد ازاں خالصہ ہائی اسکول بھاگووال میں داخل کرا دیا گیا۔ مولانا عبداللہ صاحب نویں جماعت کے طالب علم تھے کہ ان کے علاقے میں ایک بہت بڑا تبلیغی جلسہ ہوا۔ وہ اس میں شریک ہوئے اور انہوں نے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریریں سنیں۔ انہوں نے اس قدر تاثر لیا کہ سکول کی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ انہیں بٹالہ میں قائم مدرسہ دار السلام میں داخل کرا دیا گیا۔ یہ مدرسہ وہاں کی انجمن خادم المسلمین کے زیر انتظام تھا اور اس میں حضرت مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ جو کہ اس علاقے کے جید عالم دین تھے، فریضہ تدریس ادا کرتے تھے۔ ان نیک اور متقی عالم دین کو اگست ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔ یہ بزرگ عالم دین تفسیر، حدیث، منطق، صرف، نحو اور دیگر اسلامی علوم میں کامل درک رکھتے تھے۔ ان سے کئی طلباء نے اکتسابِ علم کیا اور پھر وہ نامور ہونے کے ساتھ نیک نام بھی ہوئے۔ مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ

کے شاگردوں میں مولانا عبدالعزیز سعیدی، مولانا اسماعیل ذبیح، مولانا عبدالعظیم انصاری، حافظ عبدالحق صدیقی، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف جیسے علماء کے نام ملتے ہیں۔

ہمارے ممدوح حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھی اسی یگانہ روزگار عالم دین کے نہایت لائق اور چہیتے شاگرد رشید ہیں۔ انہوں نے درسِ نظامی کی مکمل تعلیم مولانا عطاء اللہ شہید سے حاصل کی۔ ذہین طباع طالب علم تھے، ذہن رسا پایا تھا جو پڑھتے از بر ہو جاتا۔ نیک طینت استاد کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا اور وہ اسے اپنے گھر کا فرد سمجھتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ شہید کے صاحبزادے حافظ محمد سلیمان صاحب بی ایڈ میرے نہایت پیارے بزرگ دوست تھے۔ وہ میرے قریبی محلّہ میں ہی اقامت پذیر تھے، ان سے اکثر ملاقات رہتی۔ وہ تصنیف وتالیف کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ عرصہ دراز تک محکمہ تعلیم میں آفیسر رہے۔ انہوں نے ۲۹ر اگست ۲۰۰۸ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔ انہوں نے تین کتابیں ''درود وسلام، توحید پر ایمان، شرک سے بیزاری، اور سیرت النبی ﷺ'' پر ایک کتاب تصنیف کی۔

ان کا بیان ہے کہ مولانا عبداللہ صاحب میرے والد مولانا عطاء اللہ صاحب کے لاڈلے شاگرد تھے اور انہیں ہمارے گھر کا فرد ہی سمجھا جاتا تھا۔ مدرسہ میں دوسرے طلباء سے ان کو ذہانت وفطانت اور علمی استعداد کے باعث امتیازی حیثیت حاصل تھی اور یہ اپنی ہنس مکھ طبیعت سے رونق لگائے رکھتے تھے۔

مولانا عبداللہ صاحب درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد مزید دینی تعلیم کے لیے امرتسر میں مدرسہ غزنویہ میں گئے اور وہاں لائق اساتذہ کرام سے بعض درسی کتب پڑھیں۔ پھر جامعہ رحمانیہ دہلی کا رخ کیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرما رہے۔ دینی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند بھی گئے۔ آخر میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ان کے دورۂ تفسیر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس اعتبار سے انہوں نے مختلف مدارس اور جید اساتذہ کرام سے علیحدہ علیحدہ علوم وفنون کی تعلیم وتربیت حاصل کر کے علمی رسوخ پیدا کیا۔

تحصیل علم کے بعد وہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں جت گئے اور جو علم انہوں نے حاصل کیا تھا اسے لوگوں تک پہنچانا اپنے اوپر فرض عین کر لیا۔ ۱۹۳۷ء میں انہوں نے وولن مل دھاریوال سے اپنی خطابت کا آغاز کیا اور ۱۹۴۷ء تک دس سال آپ وولن مل دھاریوال کی مسجد کے امام وخطیب رہے۔

۱۴ر اگست ۲۰۰۲ء کو میں بورے والا مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں ان کے صاحبزادے حافظ لقمان سلفی مرحوم کی تعزیت کے لیے حاضر ہوا۔ نماز ظہر پڑھ کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ خیر وعافیت کے تبادلے کے بعد وہ پرانے واقعات سنانے لگے۔ ان کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں سینکڑوں واقعات من وعن یاد ہیں اور ۶۰، ۷۰ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ واقعات ان کے ذہن پر نقش ہیں۔

بابا جی اپنے استاد گرامی مولانا عطاء اللہ مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتانے لگے کہ ایک بار استادِ محترم وولن مل دھاریوال تشریف لائے، جمعہ کا دن تھا، میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ وہ از راہِ کرم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمائیں۔ چناں چہ استاد جی نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے اٹھارھویں پارے کا ابتدائی رکوع پڑھا جس کی ابتداء ﴿قد افلح المؤمنون﴾ سے ہوتی ہے۔ ان آیات کی تفسیر انہوں نے بڑے عام فہم انداز میں بیان کی جسے سن کر لوگ از حد متاثر ہوئے۔ وہ سردیوں کے دن تھے اور استاد جی نے کھیس اوڑھ رکھا تھا، ان کی سادگی اور شخصیت میں بڑا رعب تھا۔

مولانا عبداللہ صاحب ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک وولن مل دھاریوال کی مسجد میں فریضہ خطابت ادا کرتے رہے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں مشرقی پنجاب کے سکھوں نے مسلمانوں کو قتل وغارت کا نشانہ بنایا تو وہ اپنے خاندان کے ہمراہ براستہ ڈیرہ بابا نانک پاکستان میں داخل ہوئے۔ مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے رائے ونڈ آئے یہاں ان کے برادرِ نسبتی قیام پذیر تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب ''بزمِ ارجمنداں'' میں لکھتے ہیں کہ مولانا کا قافلہ پچاس ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ ایک بہت بڑی حویلی

ان کے برادرِ نسبتی کے قبضے میں تھی، مولانا عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے اسی حویلی میں پڑاؤ کیا۔

اس وقت عید الاضحیٰ میں چار دن باقی تھے۔ مولانا نے چالیس روپے میں قربانی کے لیے گائے خریدی۔ رائے ونڈ میں اس وقت ایک ہی مسجد تھی، جس کی رجسٹری حاجی محمد عاشق کے نام تھی اور وہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عید کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ حاجی محمد عاشق کو کسی نے کہہ دیا کہ یہ عالم دین ہیں۔ حاجی صاحب ان کے پاس آئے اور عید پڑھانے اور خطبہ ارشاد فرمانے کی درخواست کی۔ چناں چہ انہوں نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبے کا موضوع حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہجرت اور ان کا جذبہ قربانی تھا۔

سامعین میں اکثریت مشرقی پنجاب سے آنے والے لوگوں کی تھی اور ترکِ وطن کے زخم ابھی تازہ تھے۔ تقریر کے الفاظ و انداز کی اثر پذیری سے ہر آنکھ پرنم تھی اور ہر دل تڑپ رہا تھا۔ نماز عید کے بعد مولانا اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور گائے کی قربانی میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حاجی محمد عاشق ریڑھی لیے کھڑے ہیں، جس پر ایک بوری آٹے کی اور ایک بوری چاولوں کی ہے۔ کہا یہ حقیر سی خدمت قبول فرمائیے۔ ساتھ ہی پانچ سو روپے نقد عنایت کیے۔ یہ بہت بڑی مدد تھی جو اس وقت انہوں نے فرمائی اور لٹے پٹے قافلے کو سہارا دیا۔

[بزمِ ارجمنداں از مولانا محمد اسحاق بھٹی، ص:۲۰۸]

مولانا عبداللہ صاحب کچھ عرصہ رائے ونڈ میں قیام پذیر رہے اور کچھ عرصہ جامع مسجد فریدیہ اہل حدیث قصور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۴۹ء میں آپ جماعت اہل حدیث بورے والا کے اصرار پر بورے والا تشریف لے آئے۔ انہوں نے بورے والا کی جامع مسجد اہل حدیث میں جو پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں سورۃ العصر کی تفسیر بیان کی جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ ان دنوں یہ مسجد بہت چھوٹی تھی۔ مولانا عبداللہ صاحب کی کوششوں سے اب بہت وسیع ہوگئی ہے اور اسے چند سال پہلے از سرِ نو خوب صورت تعمیر کیا گیا ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب بلند آہنگ خطیب ہیں۔ ان کے وعظ کی اثر آفرینی سے ہزاروں لوگ راہِ راست پر آ چکے ہیں۔ وہ عام فہم انداز میں بڑی پیاری گفتگو کرتے ہیں اور علم و حکمت کے موتی بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔ اس عالم پیری میں بھی ان کی خطابت کی بڑی دھوم ہے۔ لوگ ان کا وعظ سننے دور دور سے دیوانہ وار چلے آتے ہیں۔

قرآنی خدمات:

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبداللہ صاحب کو علم و عمل کے ساتھ تفقہ فی الدین اور قرآن فہمی سے بھی خوب نوازا ہے۔ آپ نے نماز فجر کے بعد تفسیر ابن کثیر سامنے رکھ کر چار بار درس قرآن میں قرآنِ مجید کی مکمل تفسیر بیان کی۔ آپ صبح کے درس قرآن کے لیے باقاعدہ تیاری کر کے آتے تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ ''بندہ نومبر ۱۹۴۹ء کو رائے ونڈ سے بورے والا آ گیا۔ سوادِ سفر ایک تفسیر ابن کثیر مصری کی جلد اوّل تھی۔ اُن دنوں بورے والا میں صرف جھگی نما ایک چھوٹی کچی مسجد تھی۔ بجلی وغیرہ بھی یہاں نہیں تھی۔ دیسی سرسوں کے تیل کے دیے کی روشنی میں بعد نماز فجر قرآنِ پاک کا درس شروع کیا گیا۔ بلاناغہ درس کے باوجود ۱۰ سال میں تفسیر ابن کثیر کی چاروں جلدوں کا درس اللہ کی توفیق سے ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ پر حاضرین کی دعوت کی گئی اور دودھ، چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ الحمدللہ

دوسری بار ۱۹۵۹ء میں درسِ قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اب کتابوں کی فراہمی بھی کچھ آسان ہوگئی تھی۔ مالی طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی برکت سے خوش حالی عطا کر دی۔ تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر ابن جریر، فتح القدیر، مدارک، جلالین، جامع البیان اور دیگر مکاتب فکر کے علماء کے تراجم بھی مہیا ہوگئے تھے۔ اب تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھ کر بمع دیگر تفاسیر و تراجم کی معاونت سے بارہ سال میں ۱۹۷۱ء میں دوسری بار درسِ قرآن میں قرآن پاک کو مکمل کیا۔

تیسری بار ۱۹۷۲ء میں ابتداء سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا جو تبلیغی پروگراموں میں مصروفیت کے باوجود ۱۹۸۵ء میں تکمیل

کو پہنچا۔

چوتھی بار ۱۹۸۵ء میں ترتیب سے درسِ قرآن کا آغاز ہوا۔ اب مولانا عبداللہ صاحب کی بینائی بھی کم زور ہوچکی تھی۔ انہوں نے آنکھوں کا آپریشن کروایا اور نظر کا چشمہ لگا کر درس قرآن ارشاد فرماتے رہے اور ۱۹۹۷ء میں درس قرآن میں قرآنِ مجید ختم کیا۔

اس وقت مولانا عبداللہ صاحب عالم پیری میں ہیں۔ پھر نظر کی کمزوری، بڑھاپا، نقاہت اور دیگر کچھ عوارض۔ لیکن اس کے باوجود عزم جواں رکھتے ہیں۔ قرآنِ کریم سے محبت ان کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اب وہ پانچویں بار ترتیب سے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ درس قرآن اب نماز فجر کے بعد کی بجائے نماز عصر کے بعد ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی خدمت قرآن ہے جو مولانا عبداللہ صاحب نے انجام دی ہے۔

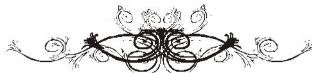
تقسیم ملک سے پہلے کے سات سال اور ایک سال رائے ونڈ ضلع قصور کے درسِ قرآن کو بھی شامل کیا جائے تو یہ مدت ستر سال بنتی ہے اور خادم قرآن کی حیثیت سے یہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مولانا عبداللہ صاحب کو تحریر و نگارش سے بھی خاص شغف ہے۔ انہوں نے کوئی کتاب تو مرتب نہیں کی البتہ ان کے علمائے اہل حدیث کے بارے مضامین جماعتی رسائل میں اشاعت پذیر ہوکر ہمارے مطالعے میں آتے ہیں۔ وہ خوب صورتی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں اور پیارے اسلوب میں اکابرین جماعت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ چند سال پہلے انہوں نے شیخ الاسلام، فاتح قادیان، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بارے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں متعدد مضامین لکھے تھے اور ان میں حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کے بعض گوشوں کو اجاگر کیا تھا۔ کسی کو چاہیے کہ مولانا عبداللہ صاحب کے تمام مضامین کو یکجا کرکے شائع کردے۔ اس سے جماعتی تاریخ کے بہت سے واقعات محفوظ ہوجائیں گے۔

مولانا عبداللہ صاحب نے سیاست میں تو زیادہ حصہ نہیں لیا البتہ مذہبی تحریکوں میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ فتنہ مرزائیت کے خلاف انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے بھی خوب کام کیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی وہ قادیانیوں کے خلاف پیش پیش رہے۔ اس راہ میں انہیں مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ وہ ہر موقع پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور انہوں نے دھڑلے سے قادیانی نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کے ڈھول کا پول کھولا۔ مولانا عبداللہ صاحب نے ۱۹۳۵ء میں جب وہ مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ کے ہاں زیر تعلیم تھے قادیانیت کے خلاف پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا۔ پون صدی کا عرصہ گزرنے کے بعد اب بھی مولانا عبداللہ سال میں ایک بار اس خطبے کی تجدید کرتے ہیں۔

مولانا عبداللہ صاحب پہلی بار ۱۹۳۹ء میں جیل گئے تھے۔ انہوں نے بٹالہ سے چھ میل دور دیال گڑھ کے قریبی گاؤں ''ہرسیاں'' میں مرزائیوں کے خلاف تقریر کی تھی۔ اس پاداش میں انہیں گرفتار کرلیا گیا اور ایک ہفتے بعد ان کی ضمانت ہوئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی مولانا عبداللہ صاحب سرگرم عمل رہے اور انہیں کراچی جیل میں ایک ماہ گزارنا پڑا۔ ۱۹۵۵ء میں انہوں نے خانیوال میں تقریر کی اور ختم نبوت کے مسئلے کو اجاگر کیا اس ضمن میں قادیانی مذہب بھی زیر بحث لائے۔ اس جرم میں انہیں جیل بھیج دیا گیا اور ایک ماہ دس دن بعد ضمانت ہوئی۔ مولانا عبداللہ صاحب اس دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بٹالہ اور امرتسر قریب قریب ہونے کی وجہ سے اکثر فاتح قادیان کی زیارت وملاقات ہوتی رہی اور ان کے بیانات اور مناظرات دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ تقریباً زندگی کا گیارہ سالہ بہترین دوران کی رفاقت اور قرب میں بسر کرنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ علی ذلک......'' [جاری ہے]



فکر ونظر

باحیا معاشرہ کا قیام کیسے؟

محترمہ سعدیہ گلزار (ادارہ اسلامیات، لیکچرار لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور)

اسلام بنیادی طور پر ایسا دین ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق معلومات اور تعلیمات ملتی ہیں۔ بے حیائی مغربی معاشرے کا شعار ہے۔اس لیے مغربی معاشرے میں رشتوں کی کوئی قدر و پہچان باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے زنا جیسی معاشرتی برائی عام ہے۔عصری مسلم معاشرے میں بھی یہ برائی عام ہورہی ہے۔اس کی وجہ سے معاشرتی بے راہ روی اور بے حیائی کو رواج مل رہا ہے۔ زنا بالجبر اور زنا بالرضا کا تناسب بڑھ رہا ہے۔جس سے کئی متعدد معاشرتی مسائل جنم لے رہے ہیں۔اس کا لازمی سبب عفت و پاک دامنی کو چھوڑ دینا ہے۔

اسلام عفت و پاکدامنی کا دین ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ولا تقربوا الزنی انه کان فاحشة ط وساء سبیلا ﴾

''زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بہت بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے۔'' [بنی اسرائیل:۳۲]

اس بے حیائی اور بدروی سے بچنے کے لیے خدا کا خوف اور سیرت وکردار کی بلندی لازم وملزوم ہیں۔جس کی اعلیٰ مثال حضرت یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحٰق کے پوتے ہیں۔

سورۃ یوسف کو احسن قصص اس لیے کہا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں اوصاف اپنے نکتہ عروج پر نظر آتے ہیں۔

حضرت یوسف کو شاہ مصر کی بیوی نے جس کا نام زلیخا آتا ہے، گناہ کی دعوت دی۔لیکن اُنہوں نے اِس سے اعراض برتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَیْتَ لَکَ ط قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ط اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [یوسف:۲۳]

''جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اُس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازہ بند کرکے بولی آ جا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ''خدا کی پناہ'' میرے ربّ نے مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں ایسے کام کروں) ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔''

دروازہ بند تھا، دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا، عورت خود گناہ کی دعوت دے رہی تھی۔لیکن حضرت یوسف نے خوفِ خدا اور حسن سیرت کی وجہ سے اُس کو انکار کردیا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔انسان جب احکام الٰہی سے منہ موڑتا ہے تو وہ یقیناً شیطان کی راہ پر چل رہا ہوتا ہے۔اس لیے شیطان کی راہ پر چلنے سے روکا گیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط ﴾ [النور:۲۱]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہیں حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور اُن کی شان کے خلاف تھا کہ وہ برائی کا ارتکاب کرتے۔سیرت وکردار کی بلندی کا مطالبہ عام انسان سے بھی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ [التین:۴]

''ہم نے انسان کو بہترین صورتوں پر پیدا کیا۔''

انسان کو ''اشرف المخلوقات'' بنایا گیا ہے۔اگر وہ ایسے کام کرتا ہے جس سے اُس سے منع کیا گیا ہے تو وہ اپنے مقام فضیلت ''اشرف

المخلوقات'' سے گر کر اسفل درجے تک آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے حلال ذرائع (نکاح) دیئے ہیں تاکہ انسان حرام ذرائع اختیار کرنے سے بچے۔

مرد و عورت سے عفت و پاکدامنی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه أضمن لهُ الجنة ۔ [بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب حفظ اللّسان :٦٤٧٤]

''اگر مجھے کوئی جو اُس کے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان ہے حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اُس کو جنت کی ضمانت دے دوں گا۔''

اسلام کی تعلیمات کی خصوصیت حیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان لكل دين خلقا وخلق الاسلام الحياء ۔ [ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحياء: ٤١٨١، ٤١٨٢]

''بے شک ہر دین کا ایک اخلاق ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔''

اِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ۔ [بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب اذا لم تستحي فاصنع ما شئت: ٤١٢٠]

''جب تم میں حیا نہ رہے تو تمہارا جو جی چاہے کرو۔''

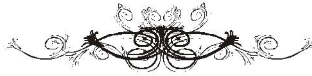
حیا جس کو ہچکچاہٹ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اگر انسان اس سے محروم ہو جائے تو اسے ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے دیر نہیں لگتی۔ حیا جیسے جذبہ کو دائم و قائم رکھنے کے لیے عصر حاضر میں ضرورت تزکیہ نفس کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے شامل ہے۔ انسان میں خیر اور شر کے پہلو ہیں۔ خیر کے پہلو کو شر پر غالب کرنے میں ہی انسان کی فلاح ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کی اخلاقی تربیت کی ذمہ داری بھی والدین اساتذہ اور بچوں پر عائد ہے۔ آج ہم بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر، پائلٹ اور اساتذہ بنانا چاہتے ہیں کیا ہم نے اِن کا اخلاق سنوارا؟ کیا ماں نے بچے کے بستہ میں لنچ بکس ڈالتے نہیں دیکھا کہ اُس کے بستے میں کون سی سی، ڈی ہے؟ کیا باپ نے بچوں کے دوست واحباب اور سرگرمیوں پر نگاہ رکھی؟ کیا اساتذہ نے نصاب پڑھانے کے علاوہ اخلاقی تربیت کو بھی مدنظر رکھا؟ کیا ہم نے ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا؟

ہم اپنی ان ذمہ داریوں کے لیے جواب دہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

الا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته۔ [مسلم، الجامع، کتاب الامرة، باب فضيلة لامام العادل: ١٨٢٩، ١٨٢٠]

''تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کا نگران ہے اور اُس سے اِس کو سوال کیا جائے گا۔''

ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دیں تو ایک ''باحیا معاشرہ'' وجود میں آ سکتا ہے۔

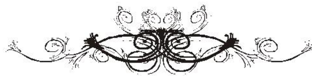


انتقال پرملال

ملک محمد رفیق ببر صاحب (نمائندہ نوائے وقت شاہ جمال مظفر گڑھ) ۱۰ مئی ۲۰۱۰ء کو وفات پا گئے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [احمد درویش، شادباغ۔ لاہور]

ضرورت مدرس وامام

چک نمبر ۸ حسین خان والا ضلع قصور کی مسجد اہل حدیث کے لیے ایک مدرس اور امام کی فوری ضرورت ہے۔ پختہ عمر اور پختہ علم صاحب رابطہ کریں۔ [محی الدین بھٹی ایم اے، فون: 0346-6437355]



تعلیم وتعلّم

حصول علم ایک اہم فریضہ..!

امان اللہ عاصم (آف جھبراں،شیخوپورہ)

علم ایسا زیور ہے جو انسانیت کی عظمت کو چار چاند لگا تا ہے۔علم ایسی دولت اورخزانہ ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا، جسے کوئی چرا نہیں سکتا؛ایسی جائیداد ہے جسے حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔علم ایسی طاقت ہے جس سے کل کائنات مسخر کی جاسکتی ہے۔علم ایسا عمل ہے جس سے دنیا بھر کی عزت اور مالک کائنات کی رضا حاصل ہوتی ہے۔علم ایسی خوبی و وصف ہے جس کے حامل کے لیے جہاں بھر کی مخلوقات خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں۔علم ہی وہ امتیازی وصف ہے جس کی بدولت انسان کو مسجود ملائکہ ہونے کے شرف سے نوازا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هٰؤُلاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ أَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴾

''اور اللہ نے آدم کو ان سب چیزوں کے نام سکھا دیے، پھر ان (چیزوں) کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: مجھے ان کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔انہوں نے کہا: تو پاک ہے ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں عطا کیا، یقیناً تو ہی علم رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔اللہ نے کہا: اے آدم! ان کو ان سب چیزوں کے نام بتاؤ، جب اس نے انہیں وہ نام بتا دیے تو اللہ نے فرمایا: کیا میں نے تمھیں کہا نہ تھا کہ میں ہی آسمان و زمین کے غیب کو بہتر جانتا ہوں اور میں وہ سب جانتا ہوں جسے تم چھپاتے یا ظاہر کرتے ہو۔'' [البقرة: ۳۱ تا ۳۳]

علم مالک کائنات کا عطا کردہ ایسا سلیقہ ہے جس کی بدولت انسان دوسری مخلوقات سے افضل اور ممتاز ہے۔کیونکہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا سلیقہ و علم نہیں رکھتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلرَّحْمٰنُ۔عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۔خَلَقَ الْإِنْسَانَ۔عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾

''رحمٰن نے قرآن (پڑھنا) سکھایا، انسان کو پیدا کیا تو اسے اظہار خیال کا سلیقہ بھی دیا۔'' [الرحمن: ۱ تا ٤]

صدیوں سے بے راہ روی کا شکار انسانیت، کے لیے جو پہلا پیغام رشد و ہدایت آیا وہ بھی علم ہی سے متعلق ہے اور اس میں حصول علم ہی کی طرف رہنمائی ہے۔

وہ پیغام قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿ إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ [العلق: ۱ تا ۵]

''پڑھ، اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ، تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

علم انسانیت کی معراج ہے اور علم کی معراج دین اور توحید کا فہم اور شرعی احکام کی تعلیم ہے۔اسی معراج کے حصول کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾ [محمد: ۱۹]

''اس بات کا علم رکھو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں۔''

انسان کو اسی شرف و معراج کے حصول کی راہ پر گامزن کرنے کے

لیے تمام انبیاء کرام کو مبعوث کیا گیا؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَامِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الانبیاء: ۲۵]

''ہم نے آپ سے قبل جو رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی: میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، میری ہی عبادت کرو۔''

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولیں ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

" إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً۔ " [سنن ابن ماجة: الكتاب في الايمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث: ۲۲۹]

''میں علم سکھانے کے لیے ہی بھیجا گیا ہوں۔''

آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے ایک صحابی کے گھر میں دینی درسگاہ کا اہتمام کیا جہاں اُس علم کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا گیا جو مالک کائنات نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر جبریل امین کے ذریعے نازل کیا اور نزول علم کے اس سلسلہ کو ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿ وَ إِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ ۔ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ [الشعراء: ۱۹۲تا۱۹۵]

''یقیناً یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین نے آپ کے سینہ مبارک پر فصیح عربی زبان میں نازل کیا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں ہو جائیں۔''

اور اس علم کو لوگوں تک پہنچانے کے سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ﴾ [المائدة: ٦٧]

''اے رسول ﷺ! جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دو۔''

اس درسگاہ میں آسمان سے اتارا جانے والا علم لوگوں تک پہنچانے کا سلسلہ جاری فرمایا۔ تشنگان علم ایک کے بعد ایک؛ باوجود مصائب اور رکاوٹوں کے اپنی پیاس بجھانے پروانہ وار جمع ہوتے گئے حتی کہ دار ارقم سے پھوٹنے والی علم کی کرنوں نے دور دراز کے علاقوں کو منور کر دیا۔ اسی علم کا کرشمہ تھا کہ جہالتوں کے بادل چھٹنے لگے نورانی شعاعوں نے آدمی کو انسانیت کی راہ دکھائی۔ جوں جوں متلاشیان علم کا حلقہ، وسعت اور طلب، شدت وعروج اختیار کرتی گئی توں توں اسلام بھی فرد سے افراد، افراد سے جماعت، جماعت سے سلطنت کا روپ اختیار کرتا گیا۔ جب اسلامی سلطنت کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا تو درس وتدریس اور تعلیم کے سلسلہ کو مستحکم بنانے کے لئے نبی اکرمؐ نے ایک باقاعدہ تعلیمی ادارے کا اہتمام کیا۔ اور اس دینی ادارے کو کامیاب، معاشرے کے افراد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے، علم کی اہمیت کو واضح کرنے اور لوگوں میں دینی علم کے حصول کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لیے نبی اکرمؐ نے اعلان فرمایا:

" طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔ " [سنن ابن ماجة: كتاب الايمان و فضائل الصحابة والعلم، باب فضل العلماء، حديث: ۲۲٤]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

ہادی کائنات معلم انسانیت ﷺ نے جس علم کا حصول فرض قرار دیا اس کی پہچان اور وضاحت ان الفاظ میں فرمائی:

" تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهٗ شَافِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " [مسند احمد بن حنبل: ٥/٥٢١، حديث: ٢٢٢١١]

''قرآن کا علم حاصل کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز سفارش کرے گا۔''

اس فرمان نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ جس علم کا حصول فرض ہے وہ قرآن کا علم ہے؛ اگر محض دنیاوی تعلیم معرفت وقرب الٰہی کا ذریعہ ہوتی تو انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی نہ تھا۔ دنیاوی تعلیم کے حاملین کی ایک تعداد ہر دور میں موجود رہی ہے جو معاشرتی تقاضوں اور تہذیب کے مطابق کچھ نہ کچھ رسمی تعلیم رکھتے تھے۔

چونکہ کامیابی اور معرفت وقرب الٰہی کے حصول اور تخلیق کائنات

کے مقاصد سے حقیقی آشنائی اور مالک حقیقی کی عبادت و پرستش کے طور طریقے آسمانی تعلیم کے حصول سے ہی ممکن تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ بالخصوص آخر الزماں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اولیں ذمہ داریوں کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِيْنٍ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتلایا ہے کہ ان کے لیے ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کرتا اور ان کا تزکیۂ نفس کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ لوگ اس سے قبل بدترین گمراہی میں تھے۔'' [آل عمران: ١٦٤]

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِنْكُمْ يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ:١٥١]

''جیسا کہ ہم نے تمھارے لیے ایک رسول تم میں سے ہی مبعوث کیا جو تمھارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا، تمھارا تزکیۂ نفس کرتا، تمھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا اور تمھیں وہ سب سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

ایک مقام پر یوں فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ ﴾ [الجمعة :٢]

''وہی ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول مبعوث کیا جو ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کرتا، ان کا تزکیۂ نفس کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یقیناً وہ اس سے قبل گمراہی میں تھے۔''

قابل غور:

اس آیت میں ایک بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان پڑھ لوگوں میں رسول بھیجا'' جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ اس دور میں بھی بڑے بڑے ادباء، شعراء، سکالرز اور علاقائی و دیگر زبانوں پر عبور رکھنے والے تعلیم یافتہ افراد موجود تھے؛ پھر اللہ نے ان لوگوں کو ان پڑھ کیوں کہا؟

دراصل جو تعلیم ان کے پاس تھی وہ اللہ کی معرفت وقرب حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بن سکتی تھی، وہ لوگ اللہ کی عبادات، اس کے احکام اور اس کے دین کی تعلیم سے محروم تھے۔ اسی لیے تو مذکورہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بعثت نبوی سے پہلے کی زندگی کو گمراہی کی زندگی کہا ہے؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ إِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ ﴾

[آل عمران، آیت:١٦٤]

''وہ نبی ؐ کے آنے سے پہلے گمراہی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔''

جو تعلیم گمراہی سے نکلنے اور ہدایت کے نور سے مستفید ہونے کا وسیلہ تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی آمد و بعثت کے بعد اس معاشرے کو میسر آئی۔ اللہ ذوالجلال کے اس فرمان سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو علم اللہ کے ہاں کامیابی اور اللہ کی حقیقی معرفت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے وہ دین وشریعت کا علم ہے، اور یہی علم اللہ تعالیٰ کا حقیقی فضل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ١١٣]

''اور تجھے وہ سب سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے اور یہ تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔''

اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو ورثہ چھوڑا، وہ دین و شریعت اور اللہ کے احکام ہی کا علم ہے؛ انبیاء کرام کی وراثت دنیاوی علم تھا نہ روپیہ پیسہ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا

دِيُنَـارًا وَ لَا دِرُهَمًا، وَرَّثُوا الُعِلُمَ ۔" [سنن ابی داؤد: كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، حديث:٣٦٤١]

''یقیناً علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء درہم و دینار کے وارث و مالک نہ تھے ان کی وراثت علم ہے۔''

ہمارے لیے ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے جو علمی وراثت چھوڑی اس کی وضاحت آپ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی:

" تَـرَكُـتُ فِيـُكُمُ أَمُرَيُنِ لَنُ تَضِلُّوُا مَا تَمَسَّكُتُمُ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوُلِهِ ۔ " [موطأ إمام مالك، رواية يحي:٢/٨٩٩، حديث:١٥٩٤]

''میں نے تمھارے لیے دو اہم امور: ''کتاب اللہ'' اور ''اس کے رسول کی سنت'' چھوڑے ہیں، جب تک ان پر عمل پیرا رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔''

اس بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس علم کے حصول کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور اسے فرض قرار دیا ہے وہ علم دین و شریعت کا علم ہے۔ اسلام دنیاوی و معاشرتی علم کے حصول سے منع نہیں کرتا لیکن اسے فرض نہیں قرار دیتا اور نہ ہی اسے اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ قرار دیتا ہے ان اوصاف سے متصف اگر کوئی علم ہے تو وہ دین و شریعت کا علم ہے۔

ایک اشکال کا ازالہ:

عموماً کہا جاتا ہے کہ ہم دین کا علم حاصل کریں یا روزگار کی فکر کریں؟

اس کے جواب میں ہم اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی روشنی میں گزارش کریں گے:

① ...... دینی احکام کا ابتدائی علم ہر انسان کے لیے ضروری ہے، مثلاً: پاکی و ناپاکی کی تمیز، نماز کے الفاظ اور نماز ادا کرنے کا طریقہ، روزہ رکھنے اور نبھانے سے متعلق خاص امور، زکاۃ کا نصاب اور اس کی ادائیگی سے متعلق امور، حج کے ایام و مناسک کا علم، معاشرتی برائیوں کی پہچان اور ان سے بچنے کے ذرائع، وراثت کی تقسیم سے متعلق احکام، وغیرہ کا علم ہونا ہر انسان کے لیے ضروری اور فرض ہے۔ اور اپنی استطاعت کے مطابق دوسروں تک اس علم کو پہنچانا بھی ضروری ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

" بَلِّغُوُا عَنِّى وَ لَوُ آيَةً ۔" [صحيح بخاري: كتاب الانبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، حديث:٣٤٦١]

''اگر تمہیں ایک آیت کا بھی علم ہے تو دوسروں تک پہنچا دو۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ فرمایا:

" تَعَلَّمُوا الُعِلُمَ وَ عَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الُفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الُقُرُآنَ وَ عَلِّمُوهُ النَّاسَ ۔"

[سنن الدارمی:١/٨٣،حديث:٢٢١]

''علم حاصل کرو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، وراثت کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، قرآن کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔''

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

" تَعَلَّمُوا الُقُرُآنَ وَالُفَرَائِضَ وَ عَلِّمُوا النَّاسَ ۔" [سنن الترمذی: كتاب الفرائض، باب تعليم الفرائض، حديث:٢٠٩١]

''قرآن اور وراثت کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔''

خصوصاً دینی علم کے متعلق فرمایا:

" تَعَلَّمُوا الُعِلُمَ قَبُلَ أَنُ يُقُبَضَ ۔"

[سنن الدارمی:١/٦٦،حديث:١٤٢]

''علم حاصل کر لو اس سے پہلے کہ اسے اٹھا لیا جائے۔''

ان تمام احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کا علم حاصل کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے، اور اسی بات کی وضاحت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

" طَلَبُ الُعِلُمِ فَرِيُضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسُلِمٍ ۔" [سنن ابن ماجة: كتاب الايمان و فضائل الصحابة والعلم، باب فضل العلماء، حديث:٢٢٤]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

وضاحت:

قرآن کا علم حاصل کرنے سے مراد یہ نہیں کہ اس کے صرف الفاظ ہی پڑھنا سیکھ لیے جائیں تو کافی ہے؛ بلکہ اس سے مراد قرآن کے معانی سے واقف ہونا اور اس کی تعلیمات حاصل کرنا ہے جو کہ ترجمہ کی صورت میں حاصل کرنا ضروری ہے۔

④...... دین و شریعت کا علم حاصل کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ شریعت کے تمام امور اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح حل اور دین کی تبلیغ و ترویج کے لیے باقاعدہ طور پر قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا جائے تاکہ لوگوں کی امامت، وعظ ونصیحت، تبلیغ، حلال وحرام کی پہچان، خانگی اور معاشرتی مسائل میں افرادِ معاشرہ کی رہنمائی کرنے اور انہیں نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کا فریضہ انجام دیا جائے۔ تو اس حد تک علم حاصل کرنا ہر انسان کے ذمہ فرض نہیں بلکہ یہ فریضہ چند افراد پر لاگو ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ [التوبة: ١٢٢]

''کیوں نہیں نکلتی تم میں سے ایک جماعت کہ وہ دین کا فہم وعلم حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس آئیں تو انہیں خوفِ خدا دلائیں، تاکہ وہ بھی برائیوں سے باز رہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران: ١٠٤]

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ اور درحقیقت یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

دین کا علم حاصل کرنے والے کے فضائل:

مذکورہ صورت میں دین کا علم حاصل کرنے والوں کی عظمت اور ان کی شان بیان کرتے ہوئے نبی اکرمؐ نے فرمایا:

" خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ۔" [صحيح بخاري: كتاب فضائل القرآن، باب خير كم من تعلم القرآن..، حديث: ٥٠٢٧]

''تم میں بہترین وہ شخص ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔''

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

" فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ وَ أَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ ۔" [سنن الترمذي: كتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، حديث: ٢٦٨٥]

''عالم شخص کی فضیلت عابد کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ انسان پر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو نیکی کا علم سکھانے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی مخلوقات، حتی کہ بلوں میں چیونٹیاں اور (پانی میں) مچھلیاں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔''

ایک موقع پر ان الفاظ میں دین کا علم حاصل کرنے والے کی عظمت بیان فرمائی:

" مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَ إِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ ۔" [سنن ابي داؤد: كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، حديث: ٣٦٤١]

''جو علم حاصل کرنے کے رستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے

رستے پر چلا دیتے ہیں اور طالب علم کی خوشی کے لیے فرشتے اس کے سامنے اپنے پر بچھاتے ہیں اور دین کے عالم کے لیے آسمان وزمین کی مخلوقات حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں۔''

اسی طرح کے الفاظ مسلم کی ایک حدیث میں بھی ہیں:

" مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ ـ" [صحيح مسلم: كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، حديث: ٢٦٩٩]

''جو حصول علم کے رستے پر چلتا ہے اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔''

جو والدین دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد کو تیار کرتے، ان کی ضروریات پوری کرتے اور ان کے حصول علم سے اللہ کی رضا چاہتے ہیں ان کے متعلق اللہ کے نبیؐ نے فرمایا:

" إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ ـ" [صحيح مسلم: كتاب الوصية، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، حديث: ١٦٣١]

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اجر وثواب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزوں کا اجر وثواب اسے پہنچتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ، نفع بخش علم، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔''

جب انسان نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا ہوگا، تبھی تو وہ اپنے والدین کے لیے دعا کریں گے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنیں گے۔

کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جن کے بچے ان کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں، آنسو بہا بہا کر ہلکان ہو رہے ہوتے ہیں لیکن چار پائی پہ پڑی اپنے والد یا والدہ کی میت کے لیے دعا نہیں کر سکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان والدین نے اپنی اس اولاد کو اس قابل بنایا ہی نہیں ہوتا کہ وہ ان کے لیے دعا کر سکیں۔ انہیں جہاں بھر کے علوم سے تو روشناس کروایا ہوتا ہے لیکن اصل اور حقیقی تعلیم سے ناواقف اور دور رکھا ہوتا ہے۔ انہیں تعلیمی اداروں میں داخل کرواتے وقت یہ نہیں سوچا ہوتا کہ وہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام ہے یا نہیں؟

جب ہم خود دینی علم اور دینی اداروں کو ترجیح نہیں دیں گے تو ہماری اولاد میں دینی مزاج کس طرح پیدا ہوگا؟ کہ وہ ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔ ہم اس علم کو حتی المقدور حاصل کریں بالخصوص اپنی اولاد کو اس زیور سے ضرور آراستہ کریں اور حصول علم کے فریضہ کو ادا کر کے بارگاہ الٰہی میں سرخروئی حاصل کریں۔ ایسا قطعاً نہیں ہے کہ دنیاوی تعلیم کو بالکل چھوڑ دیا جائے بلکہ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی جائے اور اسے دینی تعلیم کے حصول میں استعمال کیا جائے۔ بہرحال مقصود اصلی دینی تعلیم ہی ہونی چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے علم حاصل کرنے والوں کی جو عظمت بیان فرمائی اور ان کے والدین کے لیے اللہ کی طرف سے عظمتوں اور اعلی مقام کی بشارت سنائی ہے یہ تمام بشارتیں اور عظمتیں اس کے لیے ہیں جس نے اسلام کی تعلیم، توحید کا فہم اور دین کا علم حاصل کیا یا اپنی اولاد کو اس زیور سے آراستہ کیا۔ یہ حقیقت ہے جو انسان محض دنیاوی علوم کی تحصیل وترویج میں کوشاں رہتا ہے دینی علوم سے اسے کچھ لگاؤ یا تعلق نہیں ہوتا وہ زبان نبوت سے ملنے والی بشارتوں کا حق دار نہیں، ان کا حقیقی حقدار دینی علوم حاصل کرنے والا اور اس کے والدین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَ مَاوَالَاهُ أَوْعَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا ـ" [سنن ابن ماجة: كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، حديث: ٤١١٢ـ سنن الترمذي: كتاب الزهد، باب ماجاء في هوان الدنيا (باب منه)، حديث: ٢٣٢٢ـ السلسلة الصحيحة للالباني: ٦/٣٠٠، حديث: ٢٧٩٧]

''چار چیزوں کے علاوہ دنیا کی ہر چیز رحمت الٰہی سے محروم ہے: ''اللہ کا ذکر''، ''ذکر کرنے والا''، ''عالم'' اور ''طالب علم''۔''

[باقی صفحہ ۱۶ پر]

موج وحباب

امنڈ آیا ہے گو طوفاں بلا کا ۔۔۔ گزر جائے گا یہ دَور ابتلا کا
بدل جائے گا رنگ آخر چمن کا ۔۔۔ پلٹ جائے گا رُخ آخر ہوا کا
بھروسہ ہے جنھیں اپنے خدا پر ۔۔۔ نہیں احساں اُٹھاتے نا خدا کا
مرے جاتے ہیں ہم جس ابتداء پر ۔۔۔ پتہ ہے ہم کو اس کی انتہا کا
ہماری خوئے تسلیم و رضا پر ۔۔۔ جھکا سر شرم سے اہل جفا کا
ستم گر روک رکھیں گے کہاں تک ۔۔۔ سروں سے دار شمشیر قضا کا
پھر بازارِ عالم میں بہت ہم ۔۔۔ نشاں ملتا نہیں جنس وفا کا
چلن کچھ اس طرح بگڑا جہاں کا ۔۔۔ کہ دل بیگانہ ہے ہر آشنا کا
انھیں اصرار ہے میری سزا پر ۔۔۔ مجھے اقرار ہے اپنی خطا کا
خبر دیتا ہے خون گلستاں کی ۔۔۔ یہ نالہ بلبل خونیں نوا کا
نہ جانا وعدہ ہائے خوشنما پر ۔۔۔ بھروسہ کیا بت کافر ادا کا
رہِ منزل سے بھٹکایا ہو جس نے
وفا کیا اعتبار اس رہنما کا

[وفا احمد]